الشعراء تلامیذ الرحمٰن

صدائے جوبلی

یعنی

گلدستہ مشاعرۂ خاص انجمن حدیقۃ الشعر
مسلم یونیورسٹی علیگڈھ

منعقدہ ۵ دسمبر ۱۹۲۵ء

مرتبۂ

محمد بشیر احمد علوی القادری بی اے (علیگ)

(سابق نائب معتمد اعزازی)

فہرست مضامین

جشن جوبلی

اور

مسلمانان ہند

ین جشن منانے کا رواج زمانہ قدیم سے ثابت ہے لیکن یہ رسم سلاطین و زرگا
فس رہی ہے جشن سدہ اور جشن نوشابہ سے کون واقف نہیں۔ عہد حاضرہ
یہ معظم انگلستان یعنی ملکہ وکٹوریہ کے پنجاہ و شصت سالہ جوبلی کے جشن منانے
، اور اسکی دھوم دھام کا لطف اٹھانے والے ابھی کروڑوں کی تعداد میں
ستان میں موجود ہیں اور حقیقت الامر یہی ہے کہ عالمگیر جشن منانے کا حق
ہ وقت ہی کو ہو سکتا ہے ورنہ مقامی جشن محدود دائرہ میں کون ذی حیثیت
، اپنے مقدور کے موافق تقریبات مسرت اندوزی کے سلسلہ میں نہیں
پھر ہندوستان کے مسلمان اور جشن جوبلی کا تخیل ایک خواب سے زیادہ
ل نہیں رکھ سکتا جہاں نہ ابھی اب سلطنت ہے نہ کسی ایک اپنے ذات
باقی ہے جسکی مسرت اور شادمانی کے شریک بر اعظم ہند کے عوام اور
ہو سکیں۔ ہمارے خدائے پاک کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے اس گئی
حالت میں بھی مسلمانوں کے خود اپنے کرتوت سے دہلی کا سیاسی مرکز
علیگڈھ کا علمی مرکز عطا فرمایا جسکی عزت اہل ہند کے قلوب پر علمی
حیثیت سے اتنی ہی ہے جو کبھی غازی اسلام علاءالدین خلجی اور سلطان
حضرت محی الدین عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے عہد میں سیاسی مناسبت سے
آج کون شہر اور کون قصبہ ہندوستان کا کشمیر سے کماری تک ایسا
علیگڈھ کو اپنی نسلوں کا ملجا اور ماوا نہ سمجھتا ہو۔ کون سررشتہ حکومت

برٹش انڈیا اور نیم مختار ریاستون مین ایسا ہے جہان علیگڈھ کے فرزندان رشید
اپنی خاص قابلیت اور وجاہت سے ممتاز نہ نظر آتے ہون چنانچہ جب اس جامعہ
اسلامی کے قیام کو پچاس سال گذر چکے تو اسکی مرکزیت کے اہمیت کی جانچ کے
لیے عالی جناب صاحبزادہ آفتاب احمد خان صاحب وائس چانسلر اور کالج
کے قدیم مربی اور مخلص سرپرست عالی جناب آنریبل نواب سر محمد مزمل اللہ
خان صاحب بالقابہ اور اس کے جانثار فرزند دلبند اور حقیقی بہی خواہ و
خیر اندیش عالی جناب ڈاکٹر ضیاء الدین احمد صاحب پرو وائس چانسلر کو
برموقع اس یگانہ روزگار انسٹیٹیوشن کے پنجاہ سالہ جوبلی منانے کا خیال پیدا
ہوا جو تحریک کے ساتھ ہی مقبول عام ہوا اور ہر طرف سے اس دعوت پر
صدا ے لبیک آنے لگی حتے کہ حضور پرنور عالی پایگاہ ہز ہائینس مہاراجہ
صاحب بہادر الور دام اقبالہ نے بھی شرکت فرماکر ذرہ ہاے خاک
کالج کو رشک خورشید تابان بنا یا۔ اور اپنے اخلاق کریمانہ اور عطیات شاہانہ
سے قوم کو گرویدہ احسان کیا۔ اکثر مسلم امرا اور وسا اور اولڈ بائز و
ممبران کورٹ اور حکام والا تبار نے بالواسطہ یا بلا واسطہ ہفتہ جوبلی
کے پروگرام مین حصہ لیا اور مختلف صوبجات کے تعلیمی نمائندون نے
امید سے زیادہ دلچسپی کا اظہار کیا۔

اکثر یونیورسٹیون کے وائس چانسلر صاحبان نے بذاتہ شرکت فرماکر
نمائندگی کا خوشگوار فرض ادا کیا اور سب سے زیادہ اس جشن کی کامیابی
کا مدار سرکار ابد قرار بھوپال پر رہا جسکی طرف سے علاوہ عطیات
سلطانی تمام خیمہ و خرگاہ و پنڈال و آرایش کیمپ سب بھوپال کے طفیل
تھی۔ چنانچہ ایک ہفتہ کے جشن کے لیے طول و طویل پروگرام مرتب کیا گیا
جسکی رو سے ساٹھ ستر کام پے در پے تجویز ہوے اور ہر روز آٹھ دس
اعمال مین شرکت قرار پائی جسمین سے دو وقت انعقاد مجلس مشاعرہ
کے بھی شامل ہوے۔ مجھے بحیثیت ذمہ دار پریسیڈنٹ پولٹیکل سوسائٹی
یونیورسٹی کے ایسے عظیم ہنگامہ مین مجلس مشاعرہ منعقد کرنے مین جھجک محسوس ہوئی

کیونکہ مین نازک خیال شعراء کی مہانداری کے مشکلات کا اندازہ رکھتا تھا اور مشوش تھا کہ ہر وقت کے انہماک فرائض مختلفہ مین اپنے معزز مہانون کی خاطر و تواضع ویسی نہ ہو سکے گی جو کسی دوسرے اطمینان اور سکون کے وقت ہو سکتی ہے لیکن جناب صاحبزادے صاحب کی دلی خواہش کو پورا نہ کرنے کی جرأت بھی نہ رکھتا تھا اس لیے ڈرتے ڈرتے خطوط دعوت شعرائے نامدار کی خدمت والا مین ارسال کیے اور یونیورسٹی ان حضرات بابرکات کی ممنون و متشکر ہے جنھون نے دعوت قبول فرمائی اور موسم سرما کی زحمت کا خیال نہ فرما کر دور دراز مقامات سے شرکت مشاعرہ کے لیے تشریف لائے اور اپنے اپنے کلام بلاغت نظام سے اردو فن ادب مین اضافہ فرمایا۔ اسمائے گرامی ان حضرات کے ہر غزل کے عنوان مین مندرج ہین اسلیے یہان انکی تکرار نہین کی گئی۔ یہ سب حضرات حالی کیمپ اور شبلی کیمپ مین ٹھہرائے گئے جو مرحومین کی یاد مین قائم کیا گیا تھا۔ پولیٹکل سوسائٹی بالخصوص فخر ہندوستان عالی جناب والا مناقب میر علی امام صاحب بالقابہ کی شکر گذار ہے کہ آنجناب نے چند ساعت کے لیے مجلس خاص مشاعرہ کی صدارت فرما کر اسکی عزت کو دوبالا کیا اور جس خوشنودی سے ادائے فرائض صدارت مین حصہ لیا اسکا احساس ہزارہا حاضرین محفل کو مدت دراز تک رہیگا۔

معذرت مجھے اس جشن آرائی کے لاتعداد کامون مین اشتغال کے باعث جو اندیشہ تھا وہ پیدا ہوے بغیر نہ رہ سکا اور گو شریف الطبع اور وسیع الاخلاق مہانون نے اپنی زبان یا قلم سے شکایت نہ کی لیکن مجھے کامل احساس ہے کہ فرائض مہانداری کا عشر و عشیر بھی میری یکارکن جماعت سے ادا نہ ہو سکا۔ حتے کہ بعض اصحاب کی خدمت مین مجھے شرف باریابی بھی حاصل نہ ہوا۔ اور اگر میرے مخدوم و مکرم حضرت احسن صاحب مارہروی زادفیوضہم میری دستگیری نہ کرتے تو نہ معلوم کیا نوبت پہونچتی۔ وہ بذات خود ہر مہمان سے ملتے رہے

اور ان کی آسائش کے سامان میں دن رات مصروف کار رہے۔ نیز اپنے
مخلص دوست مسٹر محمد صادق صاحب ایم۔ اے اور مکرم فرما مسٹر رشید احمد صاحب
صدیقی کا ممنون ہوں کہ ہر دو حضرات نے میری استعانت میں دریغ نہ فرمایا
وجہ یہ کہ میرے متعلق چند کام تھے جن میں سب سے زیادہ اہم پنڈال وغیرہ
کی مزید آرائش کا تھا اگرچہ جناب میر ستائی صاحب بھوپال نے پنڈال کے
تیار کرنے میں کمال دکھلا دیا تھا لیکن کتبات اور پھول بیلوں کی آرائش
میرے ذمہ تھی اور پنڈال کی وسعت کے تناسب سے مجھے اپنے ہاتھ سے پندرہ
دن میں ۱۵-۱۵ فٹ طویل کتبے اور ہر رات کالج کے تختے چالیس عدد بنا
کر لگانا تھے جو کہ میں مشاعرہ کے وقت تک لگائے جا سکے۔ اسی دوڑ دھوپ
میں جو وقت ملتا تھا مجلس مشاعرہ کے متعلق بھی مصروف کار رہتا تھا۔
جس میں ہمارے سکریٹری مسٹر خواجہ مسعود علی صاحب ذوقی بی اے علیگ
اور اسسٹنٹ سکریٹری اور مسٹر کلیم الدین علوی بی۔ اے علیگ اور
مسٹر شبیر احمد علوی بی اے اور مسٹر اشفاق حسین مجنوں بی اے وغیرہ نے
میرا ہاتھ بٹایا۔ اسپر ایک مشکل اور تھی کہ ایک ہی وقت میں ادھر مشاعرہ
ہو رہا ہے۔ دوسری جگہ اولڈ بائز کا جلسہ ہے اور تیسری جگہ یونین کی
ڈبیٹ میں لوگ گھرے ہوئے ہیں۔ چنانچہ پہلا جلسہ جس میں تقریباً ہزار اشخاص
پنڈال میں شریک تھے نہایت آب و تاب سے ختم ہوا اور جس میں علاوہ دیگر شعرا
نامی کے جناب خواجہ دل محمد صاحب نے اپنی نعت خوانی سے جو غیر طرح میں
تھی ایک لطف تازہ پیدا کر دیا تھا دوسرے شب کو جو جلسہ اسٹریچی ہال میں
ہوا اسمیں ۱۱ بجے کے بعد دوسرے جلسوں کے کچھ حضرات یکایک شریک ہو گئے اور
مجلس کے سکون میں کچھ عرصہ تک فرق آ گیا اسکے ساتھ ہی ایک ایسا واقعہ
ہوا جسپر ارکان کمیٹی کا کچھ اختیار نہ تھا یعنی ختم کار سے بہت پیشتر برقی
روشنی یکایک مسدود ہو گئی اور صرف چند لالٹینوں کی دھندلی روشنی میں
کئی ہزار کا مجمع بے ترتیبی سے رخصت ہوا اور اس خلاف امید رکاوٹ
سے چند شعرا کی نظمیں پڑھنے سے رہ گئیں جنکے ساتھ ہم سب کو قلق ہوا

اور ضرور ہے کہ اسکی شکایت دلوں میں باقی رہ گئی ہو لیکن خیر گذری کہ اکثر
اعلیٰ درجہ کی نظمیں شعراے دہلی وغیرہ کی سنائی جا چکی تھیں اور چوٹی کی
صرف دو باتیں باقی رہی تھیں۔ ہم سب کو حضرت آغا شاعر قبلہ کے بلا اطلاع
شب ہی میں دہلی واپس چلے جانیکا افسوس ہوا لیکن بعد کو آنجناب کی تحریر سے
معلوم ہوا کہ آپ خیمہ کی سردی کے متحمل نہ ہو سکے اور بہ نظر احتیاط آپ
تشریف لے گئے۔ آپکی لاجواب نظم اصل مشاعرہ میں پڑھی جا چکی تھی
بہر حال یہ معذرت اس لیے کی گئی ہے کہ ماحول کے غیر محدود مصروفیتوں کا
لحاظ فرماتے ہوئے جن حضرات کو کچھ تکلیف ہوئی وہ ارکان سوسائٹی کو اپنے
کرم سے معاف فرمائیں گے اور کالج کے ان خدام پر ہمیشہ نظر عنایت
رکھیں گے۔

دوسری معذرت اس گلدستہ کے دیر میں شایع ہونے کی ہے
اسکی وجہ یہ ہوئی کہ وقت پر بہت سی غزلیں
اور نظمیں نہ ملیں مشکل ایک سال میں خط و کتابت کے بعد فراہم کی گئیں
ماسوا اسکے یہ خواہش کی گئی کہ تمام شعراے باکمال کے فوٹو گلدستہ کے ساتھ
شایع کیے جاویں جو اس مشاعرہ جوبلی میں شریک ہوے لیکن کچھ وہ ایسے
کے جنہیں حضرت اصغر گونڈوی کا بلاک بھی آگیا تھا اور فوٹو موصول نہ
ہوے اور اس لیے خاص انتظام طباعت کا خیال بھی جاتا رہا اور معمولی
طور پر بقاے کلام کی خاطر یہ رسالہ چھاپ دیا گیا جسکی بابت میں خود معترف
ہوں کہ وہ ہر حیثیت سے گرا ہوا ہے جیسا ہونا چاہیے تھا۔ اسکی ترتیب اور
طباعت میں میرے عزیز ترین شاگرد رشید مسٹر بشیر احمد علوی بی۔
اے کی امداد شامل ہے جنکی سعی سے وہ مطبع میں آگیا حالانکہ یہ فرض
سکریٹری سوسائٹی کا تھا۔ جنکے کالج سے بعد کامیابی امتحان چلے جانے سے
وہ تعویق میں پڑا رہا۔ نیز میں بدل ممنون ہوں جناب مولوی انور حسین صاحب
نیر خلف الرشید جناب محسن صاحب کاکوروی مرحوم کا جنہوں نے تکلیف
فرما کر مسودہ کی صحت میں مدد دی۔ تمہید ختم کرنے سے پہلے میں ناشکر گذار

رہونگا اگر جناب مظہر علی متقی صاحب جج سی پی کا شکریہ نہ ادا کروں جنھوں نے حضرت ساغر
کی نظم سے متاثر ہو کر از راہ قدر دانی صد ر نقد طباعت گلدستہ کے لیے عطا فرمائے
اور جناب وصل صاحب بلگرامی نے اسکو اپنے صرف سے چھپا دینے کا وعدہ
فرمایا گو اس تھوڑے سے کام کے لیے جناب ممدوح کو تکلیف نہیں دی گئی۔

انعامات۔ طلباے کالج کے لیے دو تمغہ طلائی مشتہر کیے گئے تھے چنانچہ غزل
برطرح میں جناب بیخود صاحب اور نظم کے لیے جناب انیس الدین صاحب رضوی
کامیاب ہوئے۔

پروفیسر قاضی محمد جلال الدین جلال
پریسیڈنٹ پولیٹیکل سوسائٹی مسلم یونیورسٹی علیگڈھ

استدعا

یونیورسٹی کے مشاعروں میں ظاہر ہے کہ صدہا نوجوان گریجویٹ اور
انڈر گریجویٹ اور اساتذہ ذی علم و فن سامعین کی حیثیت میں
رونق افروز ہوتے ہیں اسلیے شعراے اطراف ہند کو ان سے بہتر سخن شناس اور
تحسین کنندہ اور جلسوں میں یکجا میسر نہیں ہو سکتے لہذا گذارش ہے کہ مشاعروں کے
مواقع پر ہماری دعوت بطیب خاطر قبول فرمائی جایا کرے تاکہ تازہ کلام سے انگریزی
خوان جماعت کی اردو کے ساتھ دلبستگی قائم رہے۔

(۲) بڑے جلسوں میں بلند آواز سے نہ پڑھ سکنا جلسہ کے سکون پر اثر پذیر ہوتا ہے
اور اچھے سے اچھا کلام بلندی سے پستی کی طرف مائل ہو کر اس تحسین اور داد
لینے سے محروم ہو جاتا ہے جسکا در اصل وہ مستحق تھا۔ اس لیے اگر پست آواز شعراء
کسی دوسرے خوش آواز سے پڑھوالیں تو زیادہ مناسب ہوگا۔

(۳) فی زمانہ مشاعروں میں لحن سے پڑھنے کا رواج ہو چلا ہے اس لیے وہ حضرات
جو تحت لفظ پڑھنے کے عادی ہیں ناقص ترنم کی کوشش میں ناکامیاب رہتے ہیں
اور جلسہ میں مضحکہ بیگانہ تحسین و آفرین کی صدائیں بلند ہونے کے باعث ہو جاتے ہیں
ایسے حضرات کو تحت لفظ کے طریقہ پر قائم رہنا ضروری ہے۔

چنانچہ اس مشاعرہ عظیم میں ان امور کا ناگوار تجربہ ہو چکا ہے جن حضرات کا لہجہ

خوش آہنگ اور آواز بلند تھی انھوں نے چھ ہزار سامعین کو کامل سکوت میں رکھا ۱۱

ایڈریس جناب قاضی جلال الدین صاحب جلال پریسیڈنٹ یونیورسٹی پوئٹیکل سوسائٹی علیگڈھ

حضرات اشراف گرامی موجودہ دور تمدن نے حیات انسانی کی نسبت جو زاویہ نگاہ پیدا کر دیا ہے اور جس طرح لوگ ہر چیز کو اقتصادی نقطۂ نظر سے دیکھنے کے خوگر ہو رہے ہیں اسکی بنا پر کسی یونیورسٹی سے شعرا کے نغمہ ہائے رنگین پر صدائے لبیک بلند ہونا ممکن ہے کہ بعض حضرات کے لیے موجب استعجاب ہو مگر حقیقت یہ ہے کہ یونیورسٹیاں اگر صحیح معنوں میں مرکز علمی ہیں تو ان سے زیادہ شعریت صحیحہ کی قدر شناسی کا استحقاق اور کس کو ہو سکتا ہے خصوصًا قومی یونیورسٹیاں اگر قومی شاعری کی ہمت افزائی نہ کریں تو سکوت سخن شناس کے مجرم ہوں گی۔ تاریخ السنہ کا ایک طفل دبستان بھی اس نکتہ سے بے خبر نہیں ہے کہ زبانوں کی تدریجی ترقی اور ادبیات کا نشو و نما ہر زمانہ میں شعرا کا رہین منت رہا ہے ایک شاعر اپنے ذوق صحیح کے فیض سے اولاً مروجہ ذخیرہ الفاظ میں سے صرف وہ الفاظ انتخاب کرتا ہے جن میں زندہ رہنے کی صلاحیت ہوتی ہے اسطرح پر اصلاح زبان کا اہم ترین فرض خود بخود ادا ہوتا رہتا ہے۔ ثانیًا جدید ترکیبوں کی ایجاد اور تشبیہات و استعارات کی صنعت گری سے خود ذخیرہ زبان میں اضافہ کرتا ہے اور شعر کی موسیقی ان ترکیبات جدیدہ کو مقبول زبان بنا کر بقائے دوام کی روح اسمیں پھونک دیتی ہے غرضکہ ذوق شاعری کی بدولت علم و ادب کی بہترین خدمت بلا کسی معاوضہ اور صلہ کے انجام پاتی رہتی ہے یہی وجہ ہے کہ دنیا کی ہر زبان میں نثر سے پہلے نظم عالم وجود میں آئی اور ہماری زبان اردو تو سرتاپا ہمارے شعرا کی تخلیق ہے افادیت شعر کا ایک اور لطیف پہلو بھی ہے جسکی بنا پر یونیورسٹیوں

اجلاس اوّل

منظومات

مصرع طرح

علی گڈھ علم اور اخلاق اسلامی کا مخزن ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"صدائے جوبلی"

حضرت شاہ حافظ علی حسن صاحب احسن مارہروی، اردو لکچرر انٹرمیڈیٹ کالج
مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

اب سے اکاون برس پہلے جو محوِ خواب تھے
غفلت و کم ہمتی کے بے شمار اسباب تھے!

ایک دو کیسے ہزاروں اُن میں شیخ و شاب تھے
اہلِ ہوش، اہلِ خرد کمیاب کیا نایاب تھے!

انقلابِ وقت گو شام و سحر ہوتے رہے
خفتگانِ بخت لیکن رات دن سوتے رہے

اہلِ غفلت کا یہ عالم تھا ادھر لیل و نہار!
غافلانِ بے خبر کا دیکھ کر یہ حالِ زار!

اور اُدھر اخوانِ ہمسایہ میں تھے سب ہوشیار
سیدُ القوم ایک خادم ہو رہا تھا بیقرار

بیقراری اس کی تسکین بخشِ عالم ہو گئی!
دل کی دھڑکن ضامنِ انفاسِ آدم ہو گئی!

جھونپڑوں میں خواب محلوں کے نظر آنے لگے
گھر سے اُٹھ کر سب میدانِ عمل جانے لگے

اور اُن خوابوں کی تعبیریں بھی ہم پانے لگے
رازِ ہستی کے معموں کو بھی سلجھانے لگے

رہنما اپنا بنایا خضرِ عقل و فہم کو!
نقشِ باطل جان کر توڑا طلسمِ وہم کو!

ہو چکی بیداری و غفلت میں جب رد و بدل!
یعنی انسانی فضیلت کا یہی ہے ما حصل!

پیکرِ تخئیل نے پہنا یہ ملبوسِ عمل!
عقل کی تکمیل میں تعلیم ہو دستِ بغل!

بے تعلّم کے مکمل آدمی بنتا نہیں!

کرکرا آثار یا کرتا ہے جب چھٹتا نہیں!

جب تک اسلامی حکومت میں رہا ہندوستاں
بن کے محکوم اب وہ صورت اور حالت ہے کہاں
علم و حکمت کے رہے چشمے نئے رخ پر رواں!
ہوگئیں پابندیوں میں منتقل مختاریاں!

انقلاب اب تک جو کچھ حسب مشیت ہوگیا
اپنی حالت کے تغیر کی بدولت ہوگیا!

ہر زمانے کی ضروریات ہوتی ہیں جدا!
حاکم و محکوم میں باہم تفاوت ہے بڑا
اور ہر حالت کا ہوتا ہے خصوصی اقتضا!
ہے زبردست ایک زیر دست انہیں دوسرا!

پست کو بالا بنانا علم ہی کا کام ہے!
اور یہی وہ کام ہے جس کا ترقی نام ہے!

تھی یہی پستی نمایاں صورت سطح بلند!
دیکھ کر یہ آخر اٹھا اک بزرگ دردمند!
اور پھر ساعت بہ ساعت ہوتی جاتی تھی دوچند
کر دیا اپنے لئے راحت کے دروازوں کو بند

صرف یوں خدمات قومی میں کیا اوقات کو
دن کو دن سمجھا نہ اس نے رات سمجھا رات کو

کی علی گڑھ میں مفید وقت قائم درس گاہ!
تا در مقصد پہنچنے کی تھی یہ شاہراہ!
اس سے بہتر اور ہو سکتی تھی کیا قومی رفاہ
علم ہی سے آدمی اشرف ہوا بے اشتباہ

علم الاسماء ہے پہلا سبق انسان کا!
اور اقرأ باسم ربک حکم ہے قرآن کا!

آج سے آدھی صدی پہلے کا یہ احوال ہے
جس زمیں پر جشن جبلی کی نمود امسال ہے!
واقعات چند کی تفصیل بالاجمال ہے!
یونین ہے جس جگہ یا اسٹریچی ہال ہے

تھے یہیں وہ جھونپڑے محلوں کے دیکھیں جنہیں خواب
اب دکھاتا ہے وہاں محلوں کو وقتی انقلاب

جس زمیں پر آسماں منزل کا ملتا ہے پتا!
پا لیا فکر رسا نے جلد بام ارتقا!
کی گئی تھی چند کھپریلوں سے اس کی ابتدا
فرش قالیں بچھ گیا اٹھی بساط بوریا!

پڑ گئی ہندوستاں سے تا بہ یورپ اس کی دھوم
ملک بھر میں ہے یہی مسلم کا اک دار العلوم

حاکم و محکوم میں تھی اجنبیت جس قدر!
ملکے رائی اور رعایا ہوگئے شیر و شکر

مٹ گئی کالج کے قائم ہوتے ہی وہ سربسر
اور ہوئے رازِ سیاست ہی سے کیا ہم باخبر

جس قدر ذہنی، طبعی یا سیاسی ہیں علوم
سب کی ترویج ایک اسی کالج نے کی ہے بالعموم

ملک میں سب تھے کوئی پُرزور کوئی فیاض تھا
قوم کے دُکھ درد سے ہر شخص کوئی اغماض تھا

کوئی زاہد تھا، کوئی صوفی کوئی مُرتاض تھا
ایک سیّد تھا مگر، جو وقت کا نباض تھا

پاگئی جس وقت وجہ سقم فکرِ مستقیم!
پھر نہ تھا نباض کو مشکل مداوائے سقیم

قوم کے امراض کی تشریح ہو کیا کیا رقم!
عضو تھا ایسا نہ کوئی سر سے لیکر تا قدم!

ہر رگ و پے میں فسادِ خون نے پھیلایا تھا سم
جس میں افزائش نہ داغِ تازہ کی تھی دمبدم

ہوگیا سیّد کی طبعِ نکتہ رس پر یہ عیاں
جہل کے پردے میں سب امراضِ مزمن ہیں نہاں

ان کا دفعیہ بجز تعلیم ممکن ہی نہ تھا!
غمگساری کون کرتا کوئی ضامن ہی نہ تھا!

ہر مرض مہلک بھی تھا قسمت سے مزمن ہی تھا
حال ظاہر بھی تھا ابتر صاف باطن ہی نہ تھا

تھا مجرد علم اس جہلِ مرکب کا علاج
روح یہ وہ جس کی تاثیریں نظر آتی ہیں آج

عصرِ حاضر میں مروج جس قدر ہیں علم و فن!
ہوتے ہیں اذکار جن کے انجمن در انجمن!

جن سے ہیں آگاہ و واقف آج اکثر مرد و زن
کیا نہیں اس ابتدا کی یہ حقیقت من و عن

ہم مسلمانوں میں یہ احساس کب پیدا ہوا؟
دردمندِ قوم سیّد سا جب پیدا ہوا

صوبۂ پنجاب ہو یا سرحد و بنگال ہو
مالوہ ہو راجپوتانہ ہو یا نیپال ہو

بمبئی، مدارس ہو سی۔پی ہو یا بھوپال ہو
اور ان سب کے سوا جو ملک بھی فی الحال ہو

ہر جگہ ہر سمت ہر جانب علی گڑھ کا ہے نام
ہے ضیا دنیا میں اس کی صورتِ ماہِ تمام

تھے مسلماں اس سے پہلے بھی مگر ایسے نہ تھے
رائج الوقت اُن کی جیبوں میں کھرے پیسے نہ تھے

بتایا جائے وہ کیسے تھے اور کیسے نہ تھے
رائج الوقت اُن کی جیبوں میں کھری پیسے نہ تھے

سیم و زر کے ٹکڑے سکوں کی طرح چلتے نہیں
آ کے جب تک وہ کسی ٹکسال میں ڈھلتے نہیں

علومِ وقت کی ٹکسال یہ دار العلوم
پھر یہ بھی خصوصیت ہے اس کی بالعموم
رائج الوقت اس کے سکے ہیں، کھری اکی رقوم
مذہبِ اسلام کی جتنی اصولی ہیں رسوم

اُن کی پابندی بھی حتی الوسع صبح و شام ہے
بادۂ عرفاں سے لبریز اپنا ایک اک جام ہے

قصہ کوتاہ دیکھتے ہیں آج جتنے کاروبار!
پار سال ہسال سے پہلے یہ تعمیری حصار
خدمتِ پنجاہ سالہ میں ہے ان سب کا شمار
نام ہے کالج کے تھا مشہور امصار و دیار

جد و کد میں قوم اپنی گو بہت کچھ مر مٹی
لیکن آخر کر لیا کالج کو یونی ورسٹی

اس کی حالت پر عنایت کی نظر فرمائیے
بے تامل کیجئے بے خوف و خطر فرمائیے
ہے تعجب اب اگر کچھ درگزر فرمائیے
چپ نہ رہیئے کچھ نہ کچھ اس عرض پر فرمائیے

آپ کے دستِ کرم سے کچھ اگر مل جائے گا
قوم کو نخلِ تمنا کا ثمر مل جائے گا!

آپ سے عالی ارادہ، آپ سے عالی دماغ
کوہ و صحرا فیضِ جاری سے ہیں جنکے باغ باغ
ہیں انھیں نام آورانِ قوم کے چشم و چراغ
مستحق مرہم کے ہیں ہم دل فگاروں کے بھی داغ

سوزِ پنہاں کے اثر سے مضطر و بیتاب ہیں
دامنِ ساحل میں رہکر ماہیِ بے آب ہیں

بانیِ کالج کا منشائے دلی معلوم ہے
علم دنیا سے جو قوم اس عہد میں محروم ہے
مختصر جس کا یہی مطلب یہی مفہوم ہے
آج اگر موجود بھی ہے وہ تو کالمعدوم ہے

زندگی کا مقصدِ واحد ہے علم باعمل!
اس سے غافل ہے تو انساں ہے ذلیل و مبتذل!

اب زیادہ طول دینے کی کہیں حاجت نہیں
یہ ہے یونی ورسٹی اسکول کی صورت نہیں
کون ہے اس بزم میں جو واقفِ حالت نہیں
اور کالج کی طرح محدود حیثیت نہیں

تکملہ ہر علم و فن کا اس میں ہونا چاہیئے!
پانوں پھیلا کر نہ غافل ہم کو سونا چاہیئے!

تکملے کے واسطے زر کی بچھاور چاہیئے
جمع یہ قطرے جہاں ہوں وہ سمندر چاہیئے
طالبانِ علم کے آرام کو گھر چاہیئے
مختصر یہ ہے کہ ایسا ہم کو یاور چاہیئے!

جس کے دل میں درد ہو جو قوم کا غم خوار ہو
اور جس کی ناخدائی سے یہ بیڑا پار ہو

اجتماعِ قوم سے کچھ نفع حاصل کیجئے
نقص جتنے رہ گئے ہوں ان کو کامل کیجیے
اس کو تفریحاتِ وقتی میں نہ شامل کیجیے
حق کو ثابت کیجئے باطل کو زائل کیجیے

اٹھئے لے کر جائزہ پنجاہ سالہ کام کا
ہے یہی مقصود اس آغازِ نیک انجام کا

جناب ایوب احمد صاحب آثم قادری۔ بی اے ایل ایل۔ بی (علیگ)
وکیل ہائی کورٹ سابق معتمد اعزازی انجمن ہذا سہارن پور

یہ خطہ وہ ہے جو ہندوستاں میں سب سے احسن ہے
نگیں ہائے کمال و شوکتِ ملّی کا معدن ہے
کہ ہر ہر ذرہ اس کا فخرِ علم و نازشِ فن ہے
عجب کیا گر مرا ہر ہر بُنِ مو یوں نوا زن ہے

علی گڑھ میرا دل ہے میری جاں ہے میرا تن من ہے

اسی کی خاک رشکِ صد شعاعِ مہر روشن ہے
عدو کے بد نظر کے حق میں یہ دیوار آہن ہے
اسی کی صبح میں رطب اللساں ہر برگ سوسن ہے
یہی تو طائر تسکینِ خاطر کا نشیمن ہے

یہی نورِ روح رازِ مسلم ہندی کا مامن ہے

کسی میں بھی نہیں وہ۔ اسمیں جو خوبی ہے جو بن ہے
سہاگ افزوں ہے جسکا روز مرّہ یہ وہ دلہن ہے
ہر اک شاخ اس چمن کی لالہ رخ ہے سرو گردن ہے
پُر از گل ہائے صد برگِ ترقی اس کا دامن ہے

نہیں ملتا خزاں کو بار جس میں یہ وہ گلشن ہے

جو شوکت ہے کچھ اسکی۔ ہے جوانانِ علی گڑھ سے
اجالا اس میں ہے ماہِ درخشانِ علی گڑھ سے
جو کچھ جنبش ہے اس کے تن میں ہے جانِ علیگڑھ سے
اسے زینت ہوئی ہے نونہالانِ علی گڑھ سے

وہ ارضِ ہند جو اک دشت تھی کل آج گلشن ہے

یہ وہ ہے سامنے جس کے نہ سحرِ سامری آئے — کہ جامِ جم بھی آ گئے لے کے بے بال و پری آئے
تصدق ہو وہ خود گر شانِ عہدِ اکبری آئے — مقابل اس کے گر آئینہ اسکندری آئے

تو وہ بھی ماند پڑ جائے کہ یہ سید کا درین ہے

بقا کیونکر نہ ہو اس کو خدا خود اس کا ہو حامی — ہے عنبر بار اک عالم میں اسکی بوئے خوش نامی
نہیں چھوڑی یہ قدرت نے اس کی فضل میں خامی — نظر آتا ہے اسمیں جلوۂ توحیدِ اسلامی

علی گڑھ فی الحقیقت خاکہ وادیٔ ایمن ہے

گئے وہ دن مصیبت کی گھٹا جب سر پہ تھی چھائی — ہوئی اس در پہ رحمت غم کے پربت ہو گئے رائی
نسیمِ فیضِ سید مژدۂ جاں بخش یہ لائی — شبِ تارِ جہالت نے ہزیمت آخرش پائی

مبارک انور فتح علم کا اب روز روشن ہے

اسی کے زور پر ہے اب بھی باقی غیرتِ قومی — اسی کی وجہ سے نکلی ہے کچھ کچھ حسرتِ قومی
اسی کے بل پہ ہے قائم ابھی تک ہمتِ قومی — اسی پر ہے مدارِ عز و جاہ و سطوتِ قومی
ہوا یہ دن نصیب اس کو ہزاروں آفتیں پا کر — چڑھا پروان اب یہ مدتوں لختِ جگر کھا کر
ہے اب اقبال اس کی بارگاہِ عیش کا چاکر — تمنائیں نہ جب پھولی سمائیں اس بر آ کر

قفس کو توڑ کر بوئے گل دل چاک دامن ہے

پئے تخریب اٹھا جب چرخِ نیلی کا قلم لرزا — جو دیکھی اس کی خوش بختی تو خود اس کا الم لرزا
نہ اک لمحہ کو اسکی شانِ ایماں کا علم لرزا — نہ اس کا بادِ صد طوفاں کے جھونکوں سے قدم لرزا

خدا کا فضل اس کے سر پہ ایسا سایہ افگن ہے

یہ ضوئے شمعِ دی پائی ہے زیرِ فلک کس نے — وہ پروانہ اسی کا ہو گیا کی اک نظر جس نے
اسی کے دم سے پائی روح جسمِ قومِ بے حس نے — جبینِ ارضِ ہندی کو لگائے چار چاند اس نے

کہ یہ محمود[3] و زین[4] و محسن[5] و سید کا مدفن ہے

پلانا چاہتے تھے کچھ ہمارے مہرباں[6] وہ سم — کہ ہم خود صفحۂ ہستی سے مٹ جاتے کہاں کا غم

---

۱ مراد بہ سرسید علیہ الرحمۃ۔ ۲ مراد بہ پچاس سالہ عمرِ جامعہ۔ ۳ مراد بہ سید محمود مرحوم۔ ۴ مراد بہ سید زین العابدین مرحوم۔ ۵ مراد بہ محسن الملک مرحوم۔ ۶ مراد بہ ایسے اصحاب جو کہ تعلیم انگریزی کو کفر تصور کرتے تھے ۱۲

کبھی کا ہو لیا ہوتا ہمارا ہند میں ماتم
بنا اس جامعہ کی گر نہ پڑتی دیکھتے اب ہم

بہ دست غیر کس بیچارگی میں اپنی گردن ہے

ہوا گو سال ہشتم[۵۴] تر اب کے گذر آثم
مگر باقی ہے اب بھی اس جگہ تیرا اثر آثم

تمنا ہے کہ کل مجھ سے سنیں بار دگر آثم
بچشمِ دوست گریہ نظم ہے نورِ نظر آثم

تو مثل نار وجہ التہاب قلب دشمن ہے

جناب محمد بشیر الدین صاحب افسر اورنگ آبادی تلمیذ نواب فصیح الملک بہادر داغ مرحوم دہلوی

کسی کے جذب نے کھینچا دکن سے ہم کو بھی آخر
کہاں یہ جشن! اور ہم تھے کہاں یہ لطف جشن ہے

علی گڑھ بن گیا ہے کیسے گل بوٹوں کا گلدستہ
حسد ہے آسماں کو یہ زمین اب رشک گلشن ہے

ذخیرہ علم و فن کا ہے فراہم اس جگہ کیسا
علوم مغربی و مشرقی دونوں کا خرمن ہے

یہیں تو پھولتے پھلتے ہیں سارے نونہال اپنے
تر و تازہ انھیں سے قوم کا ملت کا گلشن ہے

مبارک ہو مسلمانو یہ جشن جوبلی تم کو!!
گل مقصود سے ہر شخص کا بھرپور دامن ہے

نشانی ہے یہ سید کی در و دیوار کہتے ہیں
زیارت کیجیے چل کر اسی گوشہ میں مدفن ہے

جناب محمد اقبال خاں صاحب اقبال طالب علم علیگڑھی

ہماری رات دن یہ ہی دعا فریاد شیون ہے
خدا غارت کرے اس کو کہ جو کالج کا دشمن ہے

ہر اک لڑکا پہنتا ہے لباس لندن و ترکی!
عجب ہے شان کالج کی عجب اُن کی پوزیشن ہے

مقابل آئے جس کو ناز ہو علم ریاضی پر
پرنسپل کا ہمارے اس میں ہر جا نام روشن ہے

کسی نے خوب یہ مصرعہ کہا ہے شک نہیں اس میں
علی گڑھ علم اور اخلاق اسلامی کا مخزن ہے

یہ فیشن تجھ کو جو مرغوب ہے ان چاند تاروں کا
اسی باعث تری عزت ہے تیرا نام روشن ہے

---

۵۳ شاعر نے شروع ۱۹۱۱ء میں بعد فراغت تعلیم کالج چھوڑ دیا تھا اور اس کے بعد پہلی مرتبہ جوبلی کے مشاعرہ میں شریک ہوا اس کی طرف اشارہ ہے۔ ۵۴ اس مشاعرہ کا تغزل سے مراد ہے جو کہ اس مشاعرہ کے دوسرے دن ۲۷ ۱۲ ۲۵ کو منعقد

جناب سید بشیر احمد صاحب بشیر

کلام حق کو جو مسلم سمجھتا اپنا لیڈر ہو ۔۔۔ خدا کی اور محمد کی کمیٹی کا وہ ممبر ہو
نبی کے پوسٹ آفس میں خدا کی ڈاک آتی ہے ۔۔۔ نہ کیوں جبریل ہرکارہ ہو جب قرآں کا لیٹر ہو
دیڈیکیٹو دو فرشتہ رجسٹر نیکی بدی کے ہیں ۔۔۔ برابر اُن کے کب دنیا میں کوئی انسپکٹر ہو
بھلا بندوں کو کیا غم امت عاصی کو کیا خطرہ ۔۔۔ خدا سا امیر ہو جب محمد سا منسٹر ہو
صراط حشر کے پل سے گزرنا اُسکو کیا مشکل ۔۔۔ شریعت روڈ پر جس کی چلی دنیا میں موٹر ہو
بڑا ارجمنٹ کا دن ہے وہاں پر روز محشر کے ۔۔۔ مدد ہو اور نہ فادر ہو برادر ہو نہ سسٹر ہو

خواب دوشینہ

جناب سید انیس اللہ بن احمد صاحب انیس رضوی امروہوی بی۔ اے آنرز (علیگ) مسلم یونی ورسٹی علیگڑھ

بند اوّل

ایک شب محوِ خیالِ صحبتِ دوشینہ تھا ۔۔۔ میرا دل تاریخِ عہدِ رفتہ کا آئینہ تھا
کھنچ رہا تھا سامنے دورِ گزشتہ کا سماں ۔۔۔ آرہا تھا یاد مجھکو وہ عرب کا آشیاں
پیش تھا آنکھوں کے منظر سرورِ ؐ دربار کا ۔۔۔ دیکھتا تھا میں تماشا خُلق کا ایثار کا
بڑھ رہا تھا چار سو جذبہ دینِ متیں کا ۔۔۔ اور ملائک دے رہے تھے مژدۂ فتحِ مبیں
اک طرف پہنچی تھیں گو نہر غزونہ پر حدود ۔۔۔ اِس طرف دریائے طارم تک کیا ہمنے صعود
ہند اک گوشہ ہماری کشورستانی میں تھا ۔۔۔ اور اُدھر صحرائے اعظم اپنی نگرانی میں تھا
الغرض سارا جہاں ہمسے جلا پانے لگا ۔۔۔ پرچم توحید چاروں سمت لہرانے لگا

گشت حاکم بر ممالک کاک گوہر زائے ما
بود نگرانِ دو عالم چشمِ شب پیمائے ما

بند دوم

رزم سے پھر بزم کی جانب جو دل مائل ہوی ۔۔۔ عہد ماضی کے خزانے علم کے حاصل ہوی

دفن تھیں سب حکمتیں ایران اور یونان کی
مٹ رہا تھا نام سقراط اور افلاطون کا
تازہ پھر مسلم کی عہدِ کہن کی داستاں
یاد مسلم کو جو قولِ اطلب العلم آگیا
زندگی غازی کی پھر تحصیلِ عرفاں پر مٹی
یثرب و بغداد و غرناطہ، دمشق و قرطبہ

تھی ریاضی دورِ تاریکی میں ہندوستان کی
داغ تھا دنیا پہ ان کے فلسفے کے خون کا
پھر لگا یا علم و حکمت کی کتابوں کا نشان
وہ دل شوریدہ کو سرتا بہ پا گرما گیا!
بن گئی ہر شہر میں ایک ایک یونی ورسٹی

. . . .

خوشہ چیں اس باغ کے محسود عالم بن گئے
حجتہ الاسلام و سینا، ابن رشد و بو ہذیل!
یہ انھیں انہار علم و فضل سے سیراب تھے
ان سے تاباں مذہب اسلام کا جلوہ ہوا!
جس کسی کو ان کے در کی ناصیہ سائی ملی

جن سے ارکانِ خلافت اور محکم بن گئے
جامی و رومی و فارابی نظامی و طفیل
یہ اسی رود او عز و جاہ کے کچھ باب تھے
بوسہ گاہِ پادشاہاں ان کا نقشِ پا ہوا!
اس کو صدر کشور کی گویا مسند آرائی ملی

مور ما از فیضِ حکمت شد سلیمانِ زمن
گشت یک طفلک ز ما ہمسر بہ سلطانِ زمن

بند سوم

آسماں نے پھر جو رُخ بدلا ستانے کے لئے
پیس ڈالا رفتہ رفتہ گردشِ ایام نے!
آخرش انوارِ یزداں پر اندھیرا چھا گیا
کھنچ گیا پھر سامنے دورِ جہالت کا سماں
رہ گیا ازہر کا باقی ٹمٹماتا سا چراغ
ماسوا سب نے چکھا یک قطرۂ آبِ فنا
کارواں بے راہ تھا پھر وادی و کہسار میں
قیسِ عامر نجد کے جنگل سے پھر بیگانہ تھا
پڑ رہی تھی ہر طرف اک یاس و حسرت کی نظر
ہو رہا تھا سردیٔ محفل سے سینہ پاش پاش

کر دیئے ساماں فراہم سب مٹانے کے لئے
خوب گھس گھس کر مٹایا چرخِ نیلی فام نے
ہائے اس خورشیدِ بے ہمتا پہ بادل آگیا
کھو دیا سب کام آخر اپنی غفلت نے یہاں
صفحۂ تاریک پر جیسے کہ اک پُر نور داغ
رفتہ رفتہ سب نظامِ علم برہم ہو گیا
پھر خزاں کا دور تھا پھولے پھلے گلزار میں
خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا
ڈھونڈھتا تھا میں کہ کچھ تو اپنی مل جائے خبر
آ رہی تھی ہر طرف سے یہ صدائے دل خراش

محو ظلمت شوکتِ غرناطہ و بغداد شد

حیف آن ایوانِ تعلیم و حکم برباد شد

بندِ چہارم

دفعتاً پھر کر جو دیکھا دیدۂ ناکام نے
آفتابِ علم کی ہر سو ضیا پھیلی ہوئی
وہ عبادت گاہِ باری وہ عظیم الشان ہال
وہ کتب گاہِ لٹن، وہ بارگاہِ آسماں
کوششوں کا سید مرحوم کی ثمرہ ہے یہ
ہے ادھر محوِ دعا حضرت کی روحِ پُرفتوح
گونج رہی ہے شرق سے تا غرب یہ دنیا میں دھوم
یثرب و بغداد کی واحد نشانی ہے یہی تو
اس سے پھر جاری فیوضِ علم کا چشمہ ہوا
پھر نظر آئی مسلمانوں کو صراطِ مستقیم
پھر وہی علمی شرارہ قلب کو تڑپا گیا
مل گیا مسلم کو گنجِ بے بہا کھویا ہوا
نجد کی وادی میں پھر جوشِ جنوں کا طور ہے
مژدہ اے رندانِ فن مطلوع شد صبحِ بہار

دیکھتے کیا ہیں علی گڑھ کی فضا ہے سامنے
اور اک سحر کن گویا فضا پھیلی ہوئی ہو
جن کی ہر ہر اینٹ سے پیدا ہے شانِ ذو الجلال
وہ منازل جن سے ہر مشتاق اور ہر اک نشان
محسن و مشتاق کی امید کا خاکہ ہے یہ
دوسری جانب تبسم ریز ہے سید کی روح
ہے علی گڑھ آج کل ماوائے اخلاق و علوم
قاہرہ اور قرطبہ کا آج ثانی ہے یہی
یاں سے پھر پرتو فگن اسلام کا لمعہ ہوا!
پھر دل و جاں کو معنبر کر گئی بادِ شمیم!
پھر مسلمانوں کو وہ بھولا سبق یاد آ گیا
جادہ پیما پھر ہوا وہ کارواں بھٹکا ہوا!
پھر انہیں عشاقِ علم و معرفت کا دور ہے!
شد جہانِ علم از فیضِ علیگڑھ آشکار

خیز کیں جوشِ بہاران ولولہ انگیز شد
باز مینائے شرابِ معرفت لبریز شد

(اس نظم پر انعام دیا گیا)

جناب قاضی جلال الدین صاحب جلالؔ۔ ایف۔آر۔جی۔ایس۔ (لندن)،
لیکچرر مسلم ہسٹری و ہسٹاریکل جیاگرفی و صدر انجمن ہذا!

خدایا عالمِ رؤیا ہے یا حالِ بیداری
تصور پر مگر تصدیق کا عالم ہوا طاری

الٰہی کیا یہ نقاشِ تخیل کی ہے گلکاری
حقیقت کو توہم پر ملی ہے حکم برداری

یہ اکرام خداوندی ہے فیض کبریائی ہے
کہ جشن جوبلی میں مجتمع ساری خدائی ہے

ہے شکر ایزد باری تعالیٰ شانہ پیہم — کہ اس تقریب عالی کو بنایا رشک جشن جم
سر درد شادمانی کا نہ کیوں پھر ہیہ ہو عالم — ملے ارباب ہمت چار دانگ ہند کے باہم

گلستان علی گڑھ میں بہار بے خزاں آئی
بحمد اللہ نئے انداز سے باعز و شاں آئی

مبارک پیروئے اسلام کو یہ جشن جوبلی ہو — مسلمانوں کے کل اقوام کو یہ جشن جوبلی ہو
مبارک اپنے خاص و عام کو یہ جشن جوبلی ہو — مبارک ملت اسلام کو یہ جشن جوبلی ہو

نہیں جوبلی یہ ہے شیرازہ بندی ساری امت کی
بہم بکھرے ہوؤں میں کرتی ہے تجدید ملت کی

زہے تقدیر ہم پنجاہ سالہ جوبلی دیکھیں — عروج قوم مسلم کے لئے قسمت ملی دیکھیں
کتاب فتح باب عزت و حرمت کھلی دیکھیں — خوشا قسمت سیہ اعمال کی تختی دھلی دیکھیں

یہی بیشک ہیں اسباب تنزل رحمت باری
ید اللہ فوق ایدیہم سے واقف قوم ہو ساری

اسی جا کی تھیں سید نے شمعیں علم کی روشن — اسی گھر کو بنایا ہند کا پھولوں بھرا دامن ؎
یہی در علم والوں کا ہے لہلاتا ہوا گلشن — یہی تعلیم کا حامی یہی طلاب کا مامن ؎

اسی جا ششہ میں پڑی بنیاد کالج کی ؎
یہی جا ہے مطب درد جہالت کے معالج کی

علی گڑھ نے لیا ہندش میں اجزائے پریشاں کو — مبدل گلستاں میں کر دیا یکسر بیاباں کو
فراہم کر کے علم و فن کے جملہ ساز و ساماں کو — بنایا ہند میں حساس اُس نے ہر مسلماں کو

یہی اک مرکز تعلیم و احیائے اخوت ہے
یہی سرچشمہ سیرابی گلزار ملت ہے

علی گڈھ میں رہا کچھ دن سیاسیات کا مرکز — علی گڈھ ہی رہا صرف ایک تعلیمات کا مرکز
علی گڈھ ہی رہا ہے جملہ تحریکات کا مرکز — تسلیات کا مرکز تشفیات کا مرکز ؎

یہ مرکز تھا بلا تفریق اپنے جتنے فرقے تھے

بہ ذوق دور گرد اگرد اسی نقطہ کے پھرتے تھے

نسیم صبح مغرب نے کیا پھر حوصلہ پیدا
چٹک اُٹھنے کا غنچوں میں ہوا اک ولولہ پیدا
ہوا پائیں باغ گھر گھر ہو گیا یہ سلسلہ پیدا
ہر اک کشتی نے بیڑے کی کیا اک ناخدا پیدا

شعاعیں ہٹ سکیں لیکن نہ خورشید درخشاں سے
نہ چھوٹا پائے مستحکم پہ پرکار گرداں سے

گل گلزار کالج کی مہک پر ساری دنیا سے
گھر آئیں بلبلیں شیراز سے مسقط سے بہاسی
نہ آئے خوشہ چیں صرف پنجاب و دوآبہ سے
بڑھا ہے دست گلچیں کیپ و نیٹال اور ملایا سے

علی گڈھ قوم کی کوشش سے ہے مشرق کا غرناطہ
علی گڈھ علم کے بھوکوں کو ہے شیراں داتا

یہاں شیر و شکر ہیں مالوی و ہندی و سندھی
برادر ہیں توام کالج میں ہر دو شیعہ و سنی
بنا اس باغ کی یوں بانی مرحوم نے ڈالی
کہ اک کیاری میں ہو نارنج سلہٹ سیب کشمیری

عراقی کابلی و کاٹھیاواری رہیں یکجا
ہے مسلم ورسٹی دنیائے اسلامی کا اک خاکہ

بہاری ہم سبق ہے حیدرآبادی دہلوی کا
ملاباری کو بنگالی سے ہے تخصیص کا دعوے
مغل کو موپلے سے ہمکلامی کا نہیں کھٹکا
بلوچی کو عرب سے اجنبیت کا نہ کچھ خطرہ

بنیری چاٹگامی سب اسی منزل میں رہتے ہیں
علی گڈھ میں نہیں یہ سب ہمارے دل میں رہتے ہیں

یہی یونیورسٹی اک تربیت گاہ مسلماں ہے
یہی اک جامعہ ملجا و ماوائے غریباں ہے
علی گڈھ نسبت اسمی سے اب بھی حرز طفلاں ہے
یہاں تدریس دنیاوی یہاں تعلیم ایماں ہے

کہیں ہے درس تفسیر اور کہیں تجوید قرآنی
جدید حکمت کے کھلتے ہیں کسی جا راز پنہانی

کھلے کالج بنی یونیورسٹیاں صوبے صوبے میں
ہوئی وحدت سے کثرت پڑ گیا انجام خطرے میں
پھنسے اسلام کے رہبر ہمہ گیری کے پنجے میں
ہوئیں وہ کشتیاں زیر و زبر جو ضم تھیں بیڑے میں

مگر مسلم نہ بھولا منبع فیضاں کو اپنے
نہ کالج سے ہٹایا لمحہ بھر بھی دھیان کو اپنے

فضائے ہند میں جذبہ کے روح کس نے دوڑائی
جمہوریت مٹا کر حس ملی کس نے پھیلائی
سکوت عام کے مہر خموشی کس نے تڑوائی
ضرورت میں مدد کرنے کی عادت کس نے ڈلوائی

علیگڈھ ہی تو اک شیرازہ ملت کا بندھن ہے
علی گڑھ علم اور اخلاق اسلامی کا مخزن ہے

کریں ہر کام ہر صوبہ میں کھولیں مدرسے اپنے
کریں دور اختلافی اور مٹاتے مخمصے اپنے
سیاست اور حرفت میں قدم رکھیں بھنسے اپنے
ہر اک صوبہ کرے حل آپ ہی خود مسئلے اپنے

اکھڑنا اپنے مرکز سے ہے محشر کا بپا ہونا
قیامت نام ہے تاروں کا مرکز سے جدا ہونا

سمائے ہند پر طلبہ یہاں کے مثل اختر ہیں
یہاں کے ساختہ پرداختہ لیڈر ہیں رہبر ہیں
حکومت کے شریک حکام اعلی کے وہ ہمسر ہیں
کلکٹر ہیں وہ جج ہیں جنٹ ہیں کونسل کے ممبر ہیں

نظام مملکت میں کچھ انھیں لوگوں کا حصہ ہے
وگرنہ عزت دنیا کا افسانہ ہے قصہ ہے

علی گڈھ اولڈ بائز کیسے خوددار و مہذب ہیں
سلیقہ مند ہیں خوشخو ہیں خوش خلق و مودب ہیں
بہ باطن مومن صادق بظاہر گرچہ صاحب ہیں
فدائے دین و ملت جیسے پہلے تھے وہی اب ہیں

نہ فرقہ بندی کی الجھن نہ تفریق مذاہب ہے
نہ ذاتیات کی پروا نہ تفتیش معائب ہے

صبح صادق

جناب خواجہ دل محمد صاحب ایم اے

اے مسلم اے جان وفا
اے صاحب صدق و صفا
اے عاشق خیر الورا
اے قبلۂ اہل ہدا

رہتا ہے کیوں اتنا حزیں
دل گیر یاں اچھی نہیں

فطرت کا تو مقصود ہے
یہ بے دلی بے سود ہے

تیرا خدا موجود ہے   لا تقنطوا پر رکھ یقیں

اے وارثِ دنیا و دیں

۲

یہ ذوقِ خواری تابکے   غفلت شعاری تابکے
یہ اشکباری تابکے   یہ لالہ کاری تابکے

یہ حسرتوں کا پھوٹنا
بن بن کے صورت ٹوٹنا

اے قاصدِ اُمید آ   بن کر ہلالِ عید آ
اے حاملِ توحید آ   کیا یاد اب تجھ کو نہیں

وہ تیری صبحِ عنبریں

۳

اسلام کا ہونا عیاں   تھا صبحِ صادق کا سماں
وہ نور کا تختِ رواں   کرنوں کا رنگیں کارواں

اک کیف برساتا ہوا
سینوں کو گرماتا ہوا

عرفاں کا نور اس میں عیاں   وجداں کا نور اس میں عیاں
ایماں کا نور اس میں عیاں   عالم ہوا روشن جبیں

جاگ اُٹھے سب اہلِ دیں

۴

نورِ سحر کی ضو تھی یہ   موجِ صفا کی رو تھی یہ
شمعِ ہدا کی لو تھی یہ   تمہیدِ دورِ نو تھی یہ

عالم کو سر اس نے کیا
سینوں میں گھر اس نے کیا

جادو تھا یہ چلتا ہوا   یا نور تھا ڈھلتا ہوا
لوگوں کے دل چھلتا ہوا   ہسپانیہ سے تا بہ چیں

سارا جہاں زیرِ نگیں

۵

عرفاں کی وہ چھوٹی کرن
دامن کو آکے بھر گئی
باطل پہ لوٹی کرن
پل میں سنہرا کر گئی
لعل و گہر برسا گئی
ذرّوں کو بھی چمکا گئی

وہ حق کی باطل سوزیاں
حکمت کی جاں افروزیاں
کرنوں کی وہ زر دوزیاں
تھا قلبِ مسلم بالیقیں
رشکِ جمالِ حورِ عیں

۶

کعبہ سے اک آئی گھٹا
رحمت برستی آگئی
ذرّوں میں ہستی آگئی
سینوں کی سیرابی ہوئی
کینوں کی نایابی ہوئی
چاروں طرف چھائی گھٹا
آنکھوں میں مستی آگئی
حکمت پرستی آگئی
دینوں کی شادابی ہوئی
باطل ہوا غرقِ زمیں
روشن ہوا دینِ مبیں

۷

وہ ابرِ عرفاں آگیا
تختِ سلیماں آگیا
گلشن بداماں آگیا
جینے کا ساماں آگیا
غنچے چٹک کر کھل گئے
پھولوں کو موتی مل گئے

باطل کو بربادی ملی
جنگل کو آبادی ملی
نغموں کو آزادی ملی
گلپاشیاں ہونے لگیں
ہر گل سے ٹپکا انگبیں

۸

دیں سب کو بھاتا آگیا　　جی کو لبھاتا آگیا
جلوے دکھاتا آگیا　　دل میں سماتا آگیا
کوثر پلاتا آگیا　　ہمت دلاتا آگیا
پرچم اُڑاتا آگیا　　دھومیں مچاتا آگیا
باطل کو ڈھاتا آگیا　　رخشِ شہامت زیرِ زیں

حیراں ہوئے اہلِ زمیں

٩

ادنےٰ کو اعلےٰ کر دیا　　بندے کو آقا کر دیا
ذرّے کو صحرا کر دیا　　قطرے کو دریا کر دیا

کانپ اُٹھے کسریٰ کے محل
سطوت میں جب آیا خلل

رومی و زنگی کانپ اُٹھے　　مردانِ جنگی کانپ اُٹھے
سارے فرنگی کانپ اُٹھے　　ٹکڑے ہوئے حصنِ حصین

اور شاہ خاکسترنشیں

١٠

کچھ خاکساروں کو لیا　　پھر تاجدار اُن کو کیا
ہسپانیہ زیرِ نگیں کیا　　رومانیہ زیرِ نگیں
ہندوستاں زیرِ نگیں　　سارا جہاں زیرِ نگیں
کشورکشائی ہاتھ میں　　ساری خدائی ہاتھ میں
لاانتہائی ہاتھ میں　　بن باسی او صحرا گزیں

ہونے لگے مسندنشیں

١١

وہ صبحِ صادق اب کہاں　　ہے اور ہی اب تو سماں
اگلے زمانے ہو چکے　　نقشے پرانے ہو چکے
شیریں ترانے ہو چکے　　رنگیں فسانے ہو چکے

اب ہیں کہاں گلپوشیاں
سوتی ہیں اب خاموشیاں
عشرت کی نوشانوشیاں
اس باغ میں کچھ بھی نہیں

یورپ تھا جس کا خوشہ چیں

وہ مرد غازی اب کہاں
اگلے نمازی اب کہاں
جوش حجازی اب کہاں
سینا ورازی اب کہاں

جو عشق تجھ مین عام تھا
اسلام جس کا نام تھا

اب تیرے سینے میں نہیں
کچھ لطف جینے میں نہیں
مکے مدینے میں نہیں
اے فاتح روم و چیں

جھکتی ہے کیوں تیری جبیں

جوش اخوت کیا ہوا
زور حمیت کیا ہوا
کیف محبت کیا ہوا
ذوق مودت کیا ہوا

نجدی کہیں صوفی کہیں
رومی کہیں کوفی کہیں

آپس کی کھینچا تانیاں
تکفیر کی طغیانیاں
گمراہیاں نادانیاں
ٹوٹا ترا حبل المتیں

بکھرے سبھی دُرِّ ثمیں

وہ شوق روحانی ترے
وہ شغل نورانی ترے
وہ ذوق پنہانی ترے
جلسے شبستانی ترے

وہ رنگ پہلے کیا ہوئے
اور رنگ پہلے کیا ہوئے

ایراں میں ہے ماتم بپا
موصل میں ہے شور و غنا
افغاں سے ہے آنکھیں مل رہا
ہے شام کی خونیں جبیں

سوتے ہیں ہندی نازنیں

سونے سے آخر فائدہ
رونے سے آخر فائدہ

ہونا تھا جو کچھ ہو گیا
کھونا تھا جو کچھ کھو گیا

وہ رات کالی ہو چکی
بزم خیالی ہو چکی

اٹھ کر خدا کا نام لے
گرتے ہوؤں کو تھام لے
ہمت سے مسلم کام لے
فطرت ہے تیری آتشیں

بنجا نہ دُردِ تہ نشیں

تبدیل کر یہ زندگی
مقصد میں ہو تابندگی
یہ زندگی یہ شرمندگی
اور عزم میں پابندگی

دل میں کلیمی شوق ہو
جی میں خلیلی ذوق ہو

بازو میں زور حیدری
ہر حال میں حسان پروری
باتوں میں لطف دلبری
بن رحمۃ للعالمین

اے قوم ختم المرسلین

یہ دین کے شیدائی سبھی
وحدت کے مستانے ہیں یہ
کیوں تجھ سے بیگانے ہیں یہ
بے تار جان ان کو پرو
رشتہ محبت کا نہ کھو
آپس میں ہیں بھائی سبھی
رحمت کے پروانے ہیں یہ
تسبیح کے دانے ہیں یہ
دل سے لگا جو ہو سو ہو
دردان کا اور جان حزیں

نام ان کا اور دل کا نگیں

اٹھ مانگ اب حق سے دعا
لے خاکساروں کی خبر
ان بے قراروں کی خبر
رحمت کو ارزانی سے ملے
قلب مسلمانی سے ملے
اے خالق ارض و سما
آفت کے ماروں کی خبر
ان سوگواروں کی خبر
ہمت کو آسانی سے ملے
دے ذوق ایمان و یقین

اے روح بخش ماوطین

ان کو عطا وہ سینہ ہو　　جو نور کا آئینہ ہو

وہ روح جو جاں تاب ہو　　وہ ہوش جو بے خواب ہو

وہ جوش جو سیماب ہو　　وہ عشق جو بے تاب ہو

وہ کیف جو مدہوش ہو　　وہ خندہ جو گل پوش ہو

وہ گریہ جو خاموش ہو　　وہ جاں کہ ہو تیری رہیں

وہ دل تو ہو جس میں مکیں

سینوں میں ہوں تابانیاں　　ہوں شوق میں طغیانیاں

دے عزم کو جولانیاں　　تابندہ کر پیشانیاں

تو ایک ہے یہ ایک ہوں

یہ تیرے بندے نیک ہوں

پھر نور سینوں کو ملے　　برکت پسینوں کو ملے

رونق جبینوں کو ملے　　ایاک ربی نستعین

اے مالک جان آفریں

تاب۔ جناب حشمت علی خاں صاحب ساکن مہندرگڑھ ریاست پٹیالہ۔ مادہ تاریخ

تقریب جشن جوبلی

ب خوش ہوئے مزاج خوشی کی ہوا چلی　　سید کے باغ جد کی مہکی کلی کلی

سنہ ۱۹۸۲ء　　سنہ ۱۳۴۴ھ

جن ہمتوں سے کام تو کرتی رہی اہم　　اے قوم آج وہ تری ہمت بھلی لگی

سنہ ۱۹۸۲ء　　سنہ ۱۳۴۴ھ

سید کا فیض عام ہی ہر گھر میں جلوہ گر　　ہاں ہے تو یوں بجا یہ کہیں گے خدا لگی

سنہ ۱۹۲۵ء　　سنہ ۱۳۴۴ھ

غرناطہ دوسرا یہ علی گڑھ ہی ہند کا　　یہ باغ علم کا جو ہوا ہے گلی گلی

۱۹۸۲ء　　سنہ ۱۳۴۴ھ

بھوپال اور دکن ترے دونوں ہیں اب جود
سنہ ۱۳۴۴ھ
داتا ہے ایک عام تو ہے دوسرا سخی
سنہ ۱۹۲۵ء

اے ثاقب اور بھی ہیں بہت سے مدد پسند
سنہ ۱۳۴۴ھ
بخشش عطا کی جنکی بہت دھوم ہے مچی
سنہ ۱۹۲۵ء

جاری رہے یہ فیض کا چشمہ گراں بہا
سنہ ۱۹۸۲ء
تاریخ یادگار رہے یہ جشن کی لکھی
سنہ ۱۹۲۵ء

ذبیح۔ جناب سید محمد اسمٰعیل صاحب رضوی وکیل چھپراموی۔ رباعی

علی گڑھ درسگاہ اعظم ہر علم و ہر فن ہے
علی گڑھ بہتریں تہذیب انسانی کا مسکن ہے
علی گڑھ خود شہنشاہ عقل و دانائی کا خرمن ہے
علی گڑھ لابدی احکام قرآنی کا مامن ہے
علی گڑھ علم اور اخلاق اسلامی کا مخزن ہے

نہیں کم مائگی کا اپنی گو مطلق نہیں خطرہ
مگر علمی تنزل دم بدم کھاتا ہے یہ اپنا
یہ ورثہ انبیا کا ہے جو ہمکو ان سے پہونچا
کہ رخصت ہو رہا ہے دین بھی اب پیچھے دنیا
یہ دنیا اس کی جوبی اور یہ دیں اس کا دامن ہے

کبھی دیکھا تھا خواب اس سید فرد دو منزل نے
کیا جو کچھ کہ تھا امکان میں اس پیر جواں دل نے
جسے ترک یا دیا تھا بے حسی قوم غافل نے
کہ لاکھوں کر دیئے ذی علم اسکی سعی کامل نے
مگر کل گرسنہ چشموں کو کافی یہ نہ خرمن ہے

عموماً وہ جو ہیں مفلس خصوصاً وہ جو ہیں بیکس
وہ اسلامی مکاتب کل جو اس صوبہ میں ہیں اب بس
تمام اس نعمت عظمےٰ سے ہیں کیونکہ ہیں بے بس
علی گڑھ کو گورنمنٹ انکو دیدے اختیار اور بس
نہیں احسان یہ بالائے احساں بلکہ احسن ہے

ہے سال مسیحی (سحق) اس مصرع سے کم کردو
ہے فصلی سن ہجری سے کم کردو گیارہ کو
ہے ہجری لکھے حرفوں سے تم (اولیٰ اثر) لے لو
وہ مصرع پھر ذبیح زار سے سن لو اگر چاہو

علی گڑھ علم اور اخلاق اسلامی کا مخزن ہے

۲۰۹۳ سے ۱۶۸ خارج کیے

۱۹۲۵ عیسوی

۲۰۹۳ سے ۷۴۹ خارج کیے

۱۳۴۴ ہجری

۱۳۴۴ سے ۱۱ خارج کیے

۱۳۳۳ فصلی

سیماب۔ جناب شیخ عاشق حسین صاحب وارثی اکبرآبادی

ہجوم عام ہے اور جشن معنی بے محابا ہے
جہاں آج آسمان رفعت کی بنیادیں قائم ہیں
چمک اٹھے ہیں وہ ذرے جو کل تک گرد میں پنہاں
طلوع لالہ و گل ہے زمین شور و قسمت سے
وہ عالم جو دعا کے ساتھ طوفاں خیز نکلا تھا
جمود ما سوا میں جس نے کر دی زندگی پیدا

فضائے دل نشین جلوہ نمائے طور موسیٰ ہے
وہاں ویرانیاں تھیں دیکھنے والوں نے دیکھا ہے
وہ عالم خواب کا سا تھا یہ بیداری کی دنیا ہے
جہاں رنگ ذروں کی رگوں سے پھوٹ نکلا ہے
وقار موج گنگا آبروئے رود جمنا ہے
علی گڑھ کی فضائے روح میں اب تک وہ زندہ ہے

ز موج ہر نفس صد کیف میریزد بجان ما
مشیر و سید و سالار و میر کاروان ما

ترقی کی ہوائیں چل رہی ہیں بزم فانی میں
جنھیں تعمیر قومیت میں آتا ہے فنا ہونا
سفاہت کی وہ عالمگیر خودداری و خود رائی
نظر آتا وہ ہر منظر میں اک آشوب کا عالم
وہ سب اغلاط شب پرورد جہل و تغافل تھیں
بھلا دے کسل باضیات دور حال پیدا کر

بڑھا ہے عنصر باقی مزاج زندگانی میں
مدارج کچھ انھیں ملتے ہیں عمر جاودانی میں
جہالت کی وہ دار و گیر سعی خوں فشانی میں
ابھر آتا وہ شخصی قوتوں کا حکمرانی میں
مگر اب آ چکی ہے صبح جوش ضو فشانی میں
کہ مستقبل ہے تیرا جلوہ گر تیری جوانی میں

برنگ آفتاب از پردہ ہائے گرد بیروں شو
چو قطرہ بگذر از سیلاب دشواری و جیحوں شو

دکھا دے اہل عالم کو کہ تو اصلاً حجازی ہے
جسے کہتے ہیں غفلت تیری شان بے نیازی ہے

ابھی تک وادیوں میں بازگشت بانگ ہے باقی
پہاڑ اب تک لرز جاتے ہیں جس سے تو وہ غازی ہے

جلال شہریاری ہے ابھی تیرے تجمل میں
ابھی تیرے تخیل میں کمال فخر رازی ہے

عمل ہے فرض تیرا پھر مآل کار جو کچھ ہو
وہ کوئی اور ہے جو ذمہ دار کارسازی ہے

ٹھہر بھی راہ جد و جہد میں لیکن کمربستہ
خیال اتنا رہے تجھ کو کہ ہر وقفہ مجازی ہے

مٹا کر زحمت واماندگی پھر مستعد ہو جا
کہ دنیا دست بستہ مائل غربت نوازی ہے

درین ہنگامہ می آید صدائے محفلے دیگر
پس این منزل سخت ست پنہاں منزلے دیگر

رہ جہد و طلب کی منزلوں میں رائگاں ہو جا
برنگ سبزہ پھر صحن بیاباں پر عیاں ہو جا

حواس خمسہ کو لے ساتھ میر قافلہ خود بن
غبار کارواں کب تک رہے گا کارواں ہو جا

ثبوت احساس کو دے اپنی فطرت کی بلندی کا
زمیں گرد کدورت جب اڑا لے آسماں ہو جا

نگاہ اہل عالم خود ترے جذبات کو پڑھ لے
جب ان کے سامنے آئے سراپا داستاں ہو جا

خموشی و سماعت دونوں بہتر ہیں تکلم سے
چھپا لے راز اپنا ہو سکے تو راز داں ہو جا

یہ ہیں آداب منزل جن سے شاید تو نہ تھا واقف
سروش غیب کی آواز آئی شادماں ہو جا

علی گڑھ منزل مقصود کا دنیا ہے پروانہ
تو یہ پروانہ لے اور صورت نکہت رواں ہو جا

ضیا از شمع عالم افروزد حسن تخیل را
خدا خود میر سامانست ارباب توکل را

الٰہی جذب کامیدہ کو ذوق بیقراری دے
شکست عزم ملت کو مجال استواری دے

عمل کی لغزش رفتار کو بجلی عطا فرما
دل مجبور کو پھر ہمت خود اختیاری دے

بہت کمزور ہے نشو و نمائے جسم قومیت
ہوائے باغ عالم کو مذاق سازگاری دے

مٹانا ہے تو پہونچا کر مٹا عرش ترقی پر
فلک جس کی زمیں ہو وہ عروج خاکساری دے

نظام قوم مسلم کو بدل دے حد ممکن تک
پھر اپنے موقلم کو زحمت قسمت نگاری دے

دگر در گلشن ملت بہار اولیں آید
زہے برگش صدائے شہپر روح الامیں آید

شمسؔ۔ جناب مُلّا محمد ابراہیم صاحب متعلم درجہ دوازدہم انٹرمیڈیٹ کالج علیگڈھ

وہ مصیبت تو گئی جب علم کا چرچا نہ تھا — تھا تو انگریزی کا اس میں دخل بھی گویا نہ تھا
ہوگا یہ انجام آخر دھیان بھی اسکا نہ تھا — غیر پڑھ جائیں گے آگے یہ کبھی سوچا نہ تھا

لیکن اک سید کی عالی ہمتی کے فیض سے
قوم میں تعلیم انگریزی کے چرچے ہو گئے

خاص لوگوں کے یہ مجمع اور یہ دربار عام — ہوسٹل اسکول یونیورسٹی کالج تمام
یہ بڑا پنڈال یہ جلسے یہ اس کا انتظام — یہ عظیم الشان کیمپ ایسی فضا یہ انصرام

کوئی دیکھے غور سے یا واقعی پوچھے اگر
ہے یہ سر سید کی محنت اور نیت کا ثمر

کشتیٔ سید کو ساحل پر لگانا چاہیے — اس بھنور سے جسطرح بھی ہو بچانا چاہیے
ایسے ہی وقتوں میں قوت آزمانا چاہیے — تیر خود موقع پہ پہونچیگا نشانہ چاہیے

جسکا طالب دل ہے وہ دن بھی خدا دکھلائیگا
مار لو دو ہاتھ ساحل بھی نظر آجائے گا

پھر مسلمانوں کو پہلی سی وقت ہو نہ جائے — سوتے ہی سوتے کہیں صبح قیامت ہو نہ جائے
قوم پھر کہتا ہوں تو غرق خجالت ہو نہ جائے — پھر بتوں کا گھر تری جائے عبادت ہو نہ جائے

بادباں کو کھول دو کلی طرح لہراتا چلے
قوم کا بیڑا خدا کی شان دکھلاتا چلے

اے مسلمانو تم آپس میں بڑھاؤ اتحاد — ہر گھڑی آپس میں تم اپنے بڑھاؤ اتحاد
نعرۂ اللہ اکبر میں سناؤ اتحاد — روز و شب بچوں کو بھی اپنے سکھاؤ اتحاد

فائدہ دے گا جو وہ بچہ جواں ہو جائیگا
اتحادی [illegible] کا جادو [illegible] ہو جائیگا

اے مسلمانو اٹھو بیدار ہو بیدار ہو — لوگ کہتے ہیں کہ آسانی سے تم بیدار ہو
سب کے سب اسلام کی مے پی کے یوں سرشار ہو — قلب دشمن کے لیے چلتی ہوئی تلوار ہو

اٹھ کھڑے ہو مل کے یوں اسلام ٹھوکر دینے لگے

گرم ایسا تو کر دلوں کو لو دینے لگے

صفحہ دل پر لکھو اخلاص سے نام رسولؐ
شکوہ کیا سمجھاؤں خود دیکھتے ہو تم حسن قبول
دو جگہ مت دلمیں انکو جو کہ ہیں باتیں فضول
ذکر ایسی چاہیے جس سے کہ ہو مطلب حصول

ڈھونڈھنے سے دیکھ لینا راستہ مل جائیگا
کشتی عمر رواں کو ناخدا مل جائے گا

عرض پھر کرتا ہوں میں یہ اتحادی رٹ نہ جائے
سر بھی گر تن سے جدا ہو پر تمہاری بٹ نہ جائے
راستہ سیدھا ہی سچا ہے کہیں سر کٹ نہ جائے
یہ اولوالعزمی یہ خودداری یہ ہمت گھٹ نہ جائے

شمس کیا کہتے ہیں کیا ہی خوب یہ لکھی ہے نظم
شمس کے دشمن بھی یہی کہتے ہیں کیا اچھی ہے نظم

عاشق ۔ جناب ابوالمسعود صاحب عاشق ذبیحی دبالوی

حب قومی میں الٰہی مجھے کامل کر دے
جذبہ شوق مرا خضر مراحل کر دے
جنبش لب کو گواہ تپش دل کر دے
قوم مسلم پہ فدا ہونے کے قابل کر دے

بادۂ درس ترقی کا میں اک جوش بنوں
قوم خوابیدۂ غفلت کے لیے ہوش بنوں

قوم مسلم میں سناتا ہوں فسانہ تیرا
خوبیوں میں تھا ہر اک فرد یگانہ تیرا
یاد ایام کہ بہتر تھا زمانہ تیرا
ساری دنیا کی زباں پر تھا ترانہ تیرا

تیرے ہاتھوں تھیں ہر علم کی شمعیں روشن
حسن اعمال کا شاہد تھا ترا چال چلن

کوس توحید خدائی میں بجایا تو نے
حق کا پیغام جو بیخوف سنایا تو نے
ظلمت شرک کو عالم سے مٹایا تو نے
خواب غفلت سے زمانہ کو جگایا تو نے

بادۂ حق و صداقت سے جو مدہوش کیا
انہماک غم باطل کو فراموش کیا

ایک دن وہ تھا کہ تھی حق کی خلافت تجھ میں
صدق صدیقؓ تھا فاروقؓ کی صولت تجھ میں

حلم عثمانؓ تھا حیدرؓ کی شجاعت تجھ میں | تھی غرض سارے زمانے کی لیاقت تجھ میں

کوئی ہمسر کہیں دنیا میں نہ ٹھیرا تیرا
بام افلاک پہ اُڑتا تھا پھریرا تیرا

تجھ میں تھی خالد جانباز کی ہمت اے قوم | تجھ میں تھی عامر جراح کی شوکت اے قوم
تجھ میں تھی بوذر و سلماں کی کرامت اے قوم | تجھ میں تھی دین محمدؐ کی حمایت اے قوم

سر دو عالم کا ترے سامنے جھک جاتا تھا
تیری قسمت پہ فرشتوں کو بھی رشک آتا تھا

ہائے اب تو نے یہ کیا رنگ دکھایا اے قوم | خاک میں عزت قومی کو ملایا اے قوم
اسقدر آپ کو پستی میں گرایا اے قوم | تجھے ہنستا ہے ہر اک اپنا پرایا اے قوم

تو نے احکام کو احکام نے چھوڑا تجھ کو
تو نے اسلام کو اسلام نے چھوڑا تجھ کو

تھک گئے آہ ترا شانہ ہلانے والے | تھپیڑے دے دیکے جگاتے ہیں جگانے والے
بڑھ گئے تجھ سے ترے ساتھ کے جانیوالے | روئینگے اب تری تقدیر کو آنے والے

کس لیے مست ہے اے قوم تو کاہل کیوں ہے
اپنی مستقبل تاریک سے غافل کیوں ہے

کاہلی تجھکو بداقبال بنائے افسوس | اپنی حالت پہ تو دنیا کو ہنسائے افسوس
بیحیائی تجھے پستی میں گرائے افسوس | دیکھکر غیر دنکو غیرت بھی نہ آئے افسوس

اپنی ذلت کا تجھے کچھ بھی تو احساس نہیں
قومی عزت کا تجھے ہائے ذرا پاس نہیں

علم کے سایہ سے اے قوم ہے نفرت تجھکو | نہیں بھاتی کبھی تعلیم کی صحبت تجھ کو
کارگر ہوتی نہیں وعظ و نصیحت تجھکو | کرکے برباد رہیگی یہ جہالت تجھ کو

تیرے احساس کو کیوں مار گیا ہے فالج
اُٹھ کہ تعلیم کو تیار ہے قومی کالج

وقت باقی ہے ابھی خواب سے بیدار تو ہو | بس بہت سوچکے اُٹھ تو سہی ہشیار تو ہو
عفو تقصیر کی خالق سے طلبگار تو ہو | اپنے کردار سے نادم تو ہو بیزار تو ہو

گود میں رحمت حق آکے اُٹھا لیگی تجھے
اسی بھی اس ذلت و خواری سے بچا لیگی تجھے

پھر وہی تو ہو وہی شوکت و عظمت تیری
پھر وہی تو ہو وہی جاہ و جلالت تیری
پھر وہی تو ہو وہی عزت و حرمت تیری
پھر وہی مشرق و مغرب پہ حکومت تیری

بارش فضل و کرم صبح و مسا ہو تجھ پر
سایۂ دامن محبوب خدا ہو تجھ پر

اے خدائے دو جہاں سخت گنہگار ہیں ہم
تیرہ باطن ہیں بد اعمال و ریاکار ہیں ہم
جو سزا ہمکو ملے اُسکے سزاوار ہیں ہم
پر ترے بندہ ہیں شرمندہ ہیں ناچار ہیں ہم

تیری رحمت کے سوا اور ٹھکانا کیا ہے
بخشدے بخشدے مالک تجھے پروا کیا ہے

پاچکے کیفر کردار الٰہی توبہ
اور اب ہمکو نہ کر خوار الٰہی توبہ
ہوگئے جینے سے بیزار الٰہی توبہ
توبہ کرتے ہیں گنہگار الٰہی توبہ

ملتجی ہے ترے محبوب کی امت تجھ سے
پھر طلب کرتے ہیں کھوئی ہوئی عزت تجھ سے

یا رسول عربی صاحب لولاک لما
یا شہنشاہ رسل محرم وحی یوحی
یا محب الفقرا حامی ہر شاہ و گدا
یا انیس الغربا دافع ہر رنج و بلا

اب تو ہو چشم عنایت کہ پریشاں ہیں ہم
کیجیے حق سے شفاعت کہ پریشاں ہیں ہم

المدد المدد اے تاج شفاعت والے
المدد المدد اے مہر نبوت والے
المدد المدد اے راحت و رحمت والے
المدد المدد اے لطف و عنایت والے

ہیں تمہارے ہی کہ ہیں کیسے ہی ہم مولا
اب تو بڑھ کر سنبھالو کہ چلے ہم مولا

المدد المدد اے سید و سلطان حجاز
المدد المدد اے بادشہ بندہ نواز
جوش پہ بحر گنہ اور ہوا ہے ناساز
ڈوب جائے نہ کہیں آپکی امت کا جہاز

ناخدا بنکے خدا کے لیے آؤ مولا

اپنو گرداب جہالت سے بچاؤ مولا

وقت امداد ہے محبوب خدا سُن لیجیے
ہاتھ پھیلائے کھڑے ہیں فقرا سُن لیجیے
مضطرب ہیں در دولت کے گدا سُن لیجیے
یا نبی عاشقِ مضطر کی دعا سُن لیجیے
غیب سے پائے وہ امداد علیگڑھ کالج
تا قیامت رہے آباد علیگڑھ کالج

مشاعر از جناب افسر الشعرا آغا شاعر قزلباش دہلوی

خبر بھی ہے اے قوم اللہ اکبر
اُٹھا درد قومی سے سید سا رہبر
صدی نصف گذری ہے یہ تجھ پہ کیونکر
بنایا یہ کالج علی گڈھ میں آکر
اُسی نے ہمیں سیدھا رستہ بتایا
پڑے سو رہے تھے جھنجھوڑا۔ جگایا

عجب قافلہ سیر تھا اللہ والا
مصیبت کو کھویا بلاؤں کو ٹالا
بڑے وقت پر ڈوبتوں کو سنبھالا
بیاں عزم یا بجزم کا طور ڈالا
اخوت کا دم جب بھرنے لگے ہم
کہ اپنی مدد آپ کرنے لگے ہم

اُسی نے سمجھایا سچائی پہ مرنا
خدا کے سوا دوسرے سے نہ ڈرنا
بدی کے عوض غیر کو پیار کرنا
ارادے پہ اک اک قدم جم کے دھرنا
در مدعا کھول کر کے پلٹنا
بتایا ہمیں گول کر کے پلٹنا

یہ تھا اصل میں اس بہشتی کا منشا
سمجھ لے اسے قوم کا بچہ بچہ
زمانے کی جو دوڑ ہے بے تحاشا
نہ رہ جائے پیچھے کوئی فرد اس کا
مسلمان شامل ہوں علم و ہنر میں
نمایاں طریقے سے ہوں ملک بھر میں

اسی دھن میں سب اپنی ہستی مٹا دی
جو پونجی تھی سب خالصے وہ لگا دی

ہوا جو ہوا قومیت کو جلا دی
وہ خود مٹ گیا بات اپنی بنا دی

ہزاروں ہیں سید کے احسان ہم پر
کہ اس مرنے والے نے دی جان ہم پر

وہ سو دل کا اک دل تھا کالج کا بانی
ہر اک قوم پر اس نے کی مہربانی
پیاسوں کو جس نے پلایا ہے پانی
کسی سے سنا ہی کبھی آنا کانی

اسی خاک میں ہے وہ جوہر ہمارا
یہیں سو رہا ہے وہ لیڈر ہمارا

یونیورسٹی پہلی ہندوستاں کی
نہیں قید کوئی زمین و مکاں کی
یہی ہے جو کرتی ہے خدمت جہاں کی
کھچ آئی ہے خلقت یہاں کی وہاں کی

یہ افریقہ و چین و جاپان تک ہے
علی گڑھ کا سرچشمہ ایران تک ہے

جو طلاب آتے ہیں دوسرے زمیں سے
وہ اخلاق و عادات میں بھی الگ تھے
خیالات ہوتے ہیں انکے نرالے
یہاں ملنے جلنے سے سانچے میں ڈھلکے

جدھر بھی ہیں جوش اخوت لیے ہیں
جہاں بھی ہیں اسلامی شوکت لیے ہیں

یہاں سے نکلتے ہیں جو پاس ہو کر
وہ اطوار میں بھی جہاں بھر سے بہتر
ہے تعداد سب درسگاہوں سے بڑھکر
گورنمنٹ کو بھی بھروسہ ہے ان پر

انہیں منزلت چشم اہل نظر میں
معزز ہیں وہ ہر طرف ملک بھر میں

یہیں کی ہے اک بزم القرض یعنی
مدد دی ہے جس نے لکھوکھا روپے کی
جو نادار لڑکوں کو ہے قرض دیتی
بہت اعلیٰ تعلیم صدہا نے پائی

وقار انکا قائم ہے سچے رہے ہیں
دعائیں وہ کالج کو اب دے رہے ہیں

یہاں حفظ صحت کے اتنے ہیں شعبے
بہت طرح کے کھیل ورزش میں ڈوبے
کہ ممنون ہیں سب جنکے بچے سے بوڑھے
سواری کے گر تیرنے کے طریقے

ہر اک فن میں کامل بناتے ہیں اُنکو
کہ استاد کامل سکھاتے ہیں اُنکو

غرض اعلیٰ تعلیم کا سب سے پہلا
جہاں ایک مرکز یہ اعلیٰ دیا جسنے
یہی ایک سرچشمہ ہے وہ بھی اپنا
دکھاتے ہیں قومی اخوت کا جلوا

اسی میں تو محفوظ دھن قوم کا ہے
یہ پنجاہ سالہ چمن قوم کا ہے

بزرگوں نے تعمیر اسکی اُٹھا کر
ہے یہ چشم بد دور وہ اوج منظر
کیا ہے اسے آسماں کے برابر
نظر پڑتی ہے اہل عالم کی جس پر

یہ گلشن چمن در چمن کر گئے وہ
اسے خون سے سینچکر مر گئے وہ

شجر انکی محنت نے جو تھے لگائے
حمیت یہ ہے دور تم تک جو آئے
ذرا سوچ لو اُنکے پھل تمنے کھائے
تمھاری بھی اولاد خالی نہ جائے

جو کل چاہیے اپنی معراج تم کو
ضرورت ہے ایثار کی آج تم کو

دلیران قوم اسکی اب مالی حالت
عمارات کی آپڑی ہے ضرورت
تمھاری ہی ہمت کی تکتی ہے صورت
مگر بات ہی کیا دکھاؤ جو ہمت

ہو شیر دل کے تم شیر جیوٹ جیالے
اُٹھاتے ہیں بیت کو اللہ والے

سنائے یہ شاعر نے پُر درد اکثر
مگر تم نہ دو کون دیگا پھر آ کر
کہ تم بھی نہیں ہو کچھ ایسے تونگر
تمہیں تو ہو اس قومی کشتی کے لنگر

دیے کی تجلی نئے گھر تلک ہے
کہ یہ جوت فردائے محشر تلک ہے

عطا۔ از جناب عطا محمد صاحب بدایونی وکیل تلہر

مسلمانو جہالت کے سبب افلاس چھایا ہے
خدا جانے دماغوں میں تمھارے کیا سمایا ہے
تمھاری بدمزاجی نے تمھیں نیچا دکھایا ہے
اسی ایذا ز کج خلقی سے تنگ اپنا پرایا ہے
جہالت اور بے مہری پہ تم اپنی نظر ڈالو
ذرا شرماؤ دل میں اور گریباں میں سر ڈالو

اگر بے بہرہ علم و خلق سے کوئی بشر ہوگا
تمامی قوم اور ملت سے نیچا اسکا سر ہوگا
زمانے میں وہ کیونکر مفتخر اور مقتدر ہوگا
ذلیل و خوار ہوگا ہاتھ خالی دربدر ہوگا
ٹھکانا دین میں ہوگا نہ دنیا میں گزر ہوگی
اسیر غم رہے گا اور مصیبت سے بسر ہوگی

ہمارے رہبران باسبق تھے مظہر رحمت
سراپا خلق تھے اور علم کی پائی تھی وہ دولت
انھیں تھی علم سے الفت تحمل و اخلاق خصلت
سبق لیتا تھا علم و خلق کا ہر صاحب غیرت
کسی کا دل دکھانا باعث نفرت سمجھتے تھے
غریبوں بیکسوں کی دلدہی طاعت سمجھتے تھے

بتائیں نام کس کا ہم سنائیں کس کا افسانہ
بنایا جسکے خلق پاک نے ہم سب کو دیوانہ
ہمارے سامنے ہے حضرت سید کا کاشانہ
ہوا ہے اس زمانے میں نہ کوئی ایسا فرزانہ
یہاں ہے جسقدر رونق وہ سب جلوہ ہے سید کا
ریاض قوم کی نشو و نما صدقہ ہے سید کا

بنائی درسگاہ علم کس نے حضرت سید نے
دکھائی تمکو راہ علم کس نے حضرت سید نے
اگایا پھر نور ماہ علم کس نے حضرت سید نے
کیا تم سبکو شناہ علم کس نے حضرت سید نے
تمھاری قوم میں پھیلی ہوئی کیسی جہالت تھی
اگر امداد سید نہ فرماتے قیامت تھی

بنایا قوم کا دارالعلوم ایسا علی گڑھ میں
کیا اخلاق کا جاری عجب دریا علی گڑھ میں
ہوا خورشید چرخ علم کا جلوہ علی گڑھ میں
ہمیں پھر اب آکر قوم سرتا پا علی گڑھ میں
وہی اک ذات سید قوم مسلم کی مسیحا تھی

امید قوم اُسکی ذات سے وابستہ کیا کیا تھی

علیگڈھ کیا ہی علم اور خلق اسلامی کا گلشن ہے
علیگڈھ میں فنون و علم کا موجود خرمن ہے

علیگڈھ علم اور اخلاق اسلامی کا مخزن ہی
علیگڈھ میں علی کے نام کی تنویر روشن ہی

علی مشکل کشا کے مرتبے روشن ہیں ظاہر ہیں
محمد ہیں مدینہ علم کے مولا علی در ہیں

ہر اک مذہب میں ملت میں کوئی فن کوئی جوہر ہی
خدا کی معرفت کا نور روشن علم داں پر ہے

اگر دنیائے اسلامی کا علم و خلق زیور ہے
جسے منزل پہ حاصل ہو دوبالا اسکا اختر ہے

دو عالم میں ضیا علم نبی کی جلوہ فرما ہے
تمامی خلق میں خلق محمد رونق افزا ہے

اسی سے دین اور دنیا میں عزت خوب ملتی ہی
اسی کے در سے ناداروں کو دولت خوب ملتی ہی

اسی سے چرخ اعزازی پہ رفعت خوب ملتی ہی
امیروں کو اسی سے شان و شوکت خوب ملتی ہی

غریبوں بیکسوں کا علم ہی افلاس کھوتا ہے
تمول کا چمن اخلاق سے سرسبز ہوتا ہے

تجارت میں ترقی علم اور اخلاق سے آئی
عجب تاثیر علم و خلق نے اللہ سے پائی

تصوف میں بھی دیکھی ہمنے اُسکی جلوہ افزائی
کلید دفتر حکمت ہے ان دونوں کی یکجائی

کبھی برق حوادث سے نہیں جلتا ہی یہ خرمن
بہار بے خزاں ہی علم اور اخلاق کا گلشن

خدائی میں ہے جلوہ علم کا اور خلق کی رونق
کھلی ہے بات ان دونوں کی اک رہ نہیں مغلق

علم سے علم ملک دین کا اور خلق سے بیرق
تمامی اہل خلق اور علم داں بیفکر ہیں مطلق

جو اہل خلق ہیں انکی زمانہ قدر کرتا ہے
خدائی بھر میں دم عالم کا ہر انسان بھرتا ہے

یہی علم و عمل اخلاق کام آتا ہے دنیا میں
یہ مہر و ماہ رونق بخش ہونگے قصر عقبے میں

کسوٹی ہے یہی ایمان کی دل والے علے میں
رہیگی حشر تک انکی ضیا قلب مصفا میں

قدم بوسی نبی کی اسکے باعث حشر میں ہوگی
گناہوں کی معافی انکے باعث حشر میں ہوگی

قیامت تک رہیگا دورِ علم و خلق کا جاری
انھیں سے خلق میں ہوتا ہے حاصل تاجِ سرداری

انھیں کے دم سے ہوگی دور بیکاری و لاچاری
ملا کرتا ہے علم و خلق سے اعزاز درباری

انھیں کے نام کا سکہ رواں ہے سارے عالم میں
قیامت تک رہیں یا رب یہ دونوں جلوہ گر ہم میں

خدا توفیق دے تمکو رہو تم علم کے یاور
تمھارے علم اور اخلاق کی توقیر ہو گھر گھر

تمھارے سامنے ہوں سرنگوں ہر ملک کے خود سر
سبق لے خلق کا تم سے تمامی خلق خود آکر

تمھارے علم کا اختر زمانے میں منور رہو
تمھارا خلق روشن صورت تصویر خاور رہو

ہو ضرب المثل دنیا میں اخلاق حمیدہ سے
رہیں اس درسگاہ علم میں اخلاق کے جلوے

نہ چھوٹے دامن علم و خلق دم بھر اپنے قبضہ سے
تمھارے دم سے قسمت علم اور اخلاق کی جاگے

تمھارے خلق کی رونق تمھارے علم کا جلوہ
رہے روشن تمامی خلق میں ہم شکل آئینہ

زمانہ میں ہی رائج علم و فن یا ہے ہنر جاری
تمھارے خلق کا سارے جہاں میں ذن ہو بھاری

تمھارے قبضۂ قدرت میں آئی آنکی سرداری
تمھارے سامنے ہو سرنگوں ترکی و تاتاری

عرب میں نام ہو ایران میں شہرہ تمھارا ہو
ضیا انگلینڈ میں ہو روم میں جلوہ تمھارا ہو

ہمارے ملک میں برطانیہ کی بادشاہی ہے
ضرورت علم انگریزی کی یوں دلمیں سمائی ہے

انھی کے عدل اور انصاف کی جلوہ نمائی ہے
کہ دنیا میں نظر یہ شکل بہبودی کی آئی ہے

بغیر علم انگریزی ترقی ہو نہیں سکتی
فلاکت سے بغیر اسکے رہائی ہو نہیں سکتی

تمھاری حق نمائی حق پرستی بھی منور رہو
چلو راہ حقیقت پر قدم ہرگز نہ باہر ہو

جو تم پابند احکام شریعت اے برادر ہو
تمامی مذہب و ملت میں تم بالا و برتر ہو

تمھارے دین کو اللہ نے اکمل بنایا ہے
پیمبر کو تمھارے خلق سے افضل بنایا ہے

عطا اب کیا کہے کہنا تھا جو کچھ اسکو کہہ گذرا
بتایا نیک و بد تمکو دکھایا سب کھرا کھوٹا

خدا کے فضل سے تم ہو فہیم و عاقل و دانا
نتیجہ تم سمجھتے ہو برائی کا بھلائی کا

عطا کا مشورہ ہمدردی اسلام جانو تم
تمہیں ہے اختیار عام مانو یا نہ مانو تم

ثمر۔ از جناب ثمر الحسن صاحب صدیقی ارشدی بدایونی

علی گڈھ کی ترقی دیکھکر ہر شخص کہتا ہے
بنایا جسکو سر سید نے جنت یہ وہ دنیا ہے

برا اچھا سمجھتے سب ہیں لیکن فرق اتنا ہے
جو سر سید نے جب سمجھا تھا وہ ملک اب سمجھتا ہے

ملا کر مشرقی تعلیم کو تعلیم مغرب میں
کیا وہ کمسچر تیار جس میں دین و دنیا ہے

اثر شایستگی سچائی خوبی خوشنمائی کا
اسی تعلیم نے اخلاق پر لڑکوں کے ڈالا ہے

ہے انگلش ہوس بھی اسمیں جو یورپ کے نمونے پر
ہر اک بچے کو یورپ کا تمدن بھی سکھاتا ہے

وہاں کی تربیت انگلش ہے لیکن ساتھ ہی سکے
نماز اور مذہبی تعلیم کو بھی فرض رکھا ہے

خود اپنا تار گھر بھی ہے خود اپنا ڈاکخانہ بھی
خود اپنی پورٹ سی بھی ہے شفا خانہ بھی بنا ہے

ہر اک صوبے کے طالبعلم ہیں ہر ایک مذہب کے
جو اسمیں آگیا وہ اسکو اپنا گھر سمجھتا ہے

گذر کر فیض عالمگیر ہندوستان سے اسکا
عرب ایران ٹرکی چین افریقہ میں پہنچا ہے

رعایت فیس کی بھی ہے وظیفہ بھی اعانت بھی
ہے گنجائش جہانتک قرض بھی پڑھنے کو ملتا ہے

یہاں کے کورس میں ہے فارسی عربی بھی اردو بھی
ریاضی فلسفہ جغرافیہ بھی اسمیں رکھا ہے

ہے علم الکیمیا علم طبعیات اور انگلش بھی
ادب ہے ہسٹری ہے علم حیوانات ہے لا ہے

زبان سنسکرت اسمیں ہے اسلامی علوم اسمیں
علوم اقتصادی و نباتاتی کا چرچا ہے

کلب اسمیں ہیں سوئمنگ باتھ اسمیں پلسل اسمیں
قواعد کھیل گھوڑے کی سواری بھی مہیا ہے

یہ سب باتیں تو یونیورسٹی میں ہیں علیگڈھ کی
مگر انکو چلانے کیلیے داموں کا توڑا ہے

مسرت بخش ہے تعداد بیشک طالب علموں کی
مگر جو ہاسٹل میں ہیں انہیں بمشکل گذارا ہے

ہیں یونیورسٹی کے متصل بنگلے کرایہ پر
مگر کتنے ہیں وہ اور انسے کتنا کام چلتا ہے

بہت سے ایسے طالب علم ہیں جنکو یہ مجبوری
یہاں سے فاصلے پر شہر میں رہنا گوارا ہے

جگہ پھر بھی نہیں ملتی تو صدہا لوٹ جاتے ہیں
بہت افسوس ہے اسکا مگر چپ ہیں کہ بس کیا ہے

علاوہ ہاسٹل کے کم ہے تعلیمی عمارت بھی
بوقت آجتک یہ کام خیموں سے چلایا ہے

عمارت بن رہی ہے اب جو اسکول اور کالج کی
کلب جو یونین ہے وہ بھی ناکافی ہے جلسوں کو
نہ موقع موزیم کو ہے نہ کالج کو ٹریننگ کے
تمنا تو یہ ہے اب صنعت و حرفت بھی ہو ایسی
وظائف ہوں تو لڑکے جائیں بیرونی ممالک میں
وظائف ہوں تو یونیورسٹی فیلو مقرر ہوں
یہی اسکیم ہے اب دو کروڑ اسکا ہے تخمینہ
ضرورت پھر تو بس پنجاہ لاکھ سالانہ کی ہوگی
بظاہر یہ رقم جسکو بڑی معلوم ہوتی ہے
یہ تعداد اور اسمیں یہ رقم پھر اس ضرورت پر
یہ کالج اور یونیورسٹی جس لئے بنائی ہے
ہوا مرحوم سرسید کی ہمت سے وجود اس کا
بس اب وداد یونیورسٹی کی آپ نے سن لی
یہ وہ بخشش ہے اپنی قوم کو جو زندگی بخشے
خدا کے واسطے فرمائیے رحم اپنے بچوں پر

یہ مسجد دور ہے اس سے نئی مسجد بنانا ہے
نہیں اب تک سنیٹ ہال اور شفاخانہ بھی چھوٹا ہے
نہ کچھ اسکا ٹھکانا ہے نہ کچھ اسکا ٹھکانا ہے
مگر داہوں بغیر اسکی تمنا کیا تمنا ہے
جہاں کی سرزمیں اسوقت علم و فن کی دنیا ہے
وہ موقع آئے تحقیقات علمی جسکا منشا ہے
رقم یہ نقد ملجائے تو بس پھر بول بالا ہے
یہ اطمینان ہوجائے تو بیشک بار ہلکا ہے
وہ یہ سوچیں مسلمانوں کی تعداد آجکل کیا ہے
کہ جس پر درحقیقت منحصر جینا ہمارا ہے
وہ قوم اسکے مصارف کو نہ جھیلے اک اچنبھا ہے
ترقی و بقا کی آپ لوگوں سے تمنا ہے
حمایت کو اٹھے دست کرم اب وقت اسکا ہے
اسے دنیا نہ سمجھیں آپ عزت مول لینا ہے
خدا کیواسطے دیدیجیے جو کچھ بھی دینا ہے

تمہیں یہ کیا بتائے آپ اتنا خود سمجھتے ہیں
علی گڑھ ہی میں علم اور خلق اسلامی کا چرچا ہے

رباعی از جناب گرامی صاحب

در صبح ازل زیست ہستم کردی
در جذبہ عقل و عشق مستم کردی
در بیخودی عشق نہ ہوشم بردی
در مستی عقل خود پہ ستم بردی

تاریخ - از جناب مولوی سید فضل رضا صاحب لاابالی ایچ پی ہیڈ مولوی ہائی اسکول امروہہ

چو جشن جوبلی کز وجہاں پر انبساط ہست — کنوں بہ اوج فرخی مسلم یونیورسٹی
نشاط جشن چہ گو بہار صد ارم بگو — چہ سود بزم خسروی مسلم یونیورسٹی
ببیں ظہور عقل و ہنگ در طراز رنگ رنگ — عیاں فر سکندری مسلم یونیورسٹی
چو قاسم علوم شد، چو حاتم عموم شد — رواج زر و ہنر ہی مسلم یونیورسٹی
بداں ہلال یکشبہ بجنبشم حقد نالحنہ — بدہر ضو اور کوکبی مسلم یونیورسٹی
کلید گنج علم ہست لوح ایں طلسم ہست — ہلال چرخ اخضری مسلم یونیورسٹی
بجوش ہاں بجان و تن پے کمال علم و فن — تعال قوم من بری مسلم یونیورسٹی

بسال انعقاد آں بگفت لاابالی جہاں
بہائے جشن جوبلی مسلم یونیورسٹی
ھ ۱۳ ۴۴

دیگر مصرع تاریخ } دہ جشن جوبلی بہ مسلم یونیورسٹی
ھ ۱۳ ۴۴

مدح - از جناب نثار الملک مسٹر احمدی اجمیری

طلب ابتک ایسی فرحتیں صحن گلستاں کو — عطا کی علم نے جو وسعتیں کالج کے میداں کو
مرے دل سے کوئی سن لے فسانے اسکی عظمت کے — مری آنکھوں سے کوئی دیکھ لے اس بوستاں کو
دعائیں دے رہا ہوں دیکھکر عثمانیہ منزل — نظام الملک آصف جاہ عثمان علیخاں کو
نظر آئیں نہ کیونکر جوبلی میں بورڈ انگلش کے — بھلا اردو سے کیا نسبت ہے انگریزی مسلماں کو
بڑی عزت بڑھائی پھول نے شبنم کے قطرہ کی — بڑی عزت سے آنکھوں پر بٹھایا اپنے مہماں کو
مجھے مد نظر ہے طبقہ نسواں کی بہبودی — ضروری جانتا ہوں سب سے میں تعلیم نسواں کو
ملا دینا کوئی آساں نہیں ہندو مسلماں کا — میں جب جانوں ملادو تم مسلماں سے مسلماں کو
جدائی کو سمجھنا چاہیے اک دور تاریکی — اندھیرے میں نظر آتی نہیں کچھ چیز انساں کو

اُسے ملت کا سودا اور یہ مذہب سے بیگانہ / مسلماں اب کہیں ہندو کو یا ہندو مسلماں کو

گلستاں جہاں میں اب بیاض صبح کھلتی ہے / کتاب شب سمیٹے اپنے اوراق پریشاں کو

ہٹاتی ہے مجھے رفتار مغرب راہ مشرق سے / لیے جاتی ہے ٹیڑھے راستے سیدھے مسلماں کو

یہی لڑکے بنینگے کام کے اک روز لکھ پڑھ کر / یہی لڑکے بڑی امداد دینگے نوع انساں کو

یہی قطرے فزوں ہو جائینگے اک روز دریا سے / یہی ذرّے اُڑا لیجائینگے اک دن بیاباں کو

نہ چھوڑینگے نہ چھوڑینگے کبھی کالج کی ہمدردی / نہ بھولینگے نہ بھولینگے کبھی سید کے احساں کو

بڑے خدمتگزار ملک و ملت تھے خدا بخشے / وقار الملک کو محمود کو مہدی علیخاں کو

میری بیچارگی کا میرؔ اک عالم میں ماتم ہے
میری حالت پہ خوں رونا پڑا ہے زخم خنداں کو

از جناب کے ایچ رشید صاحب (علیگ)

مستی دوشینه را برد از سرم رنج خمار / ساقیا برخیز و جام بادهٔ گلگوں بیار

بادهٔ گلگوں که یابد از فروغ مهر عقل / طبع کامل در سبوے مغز رند پخته کار

تا کشم در یاد سر سید که از سعیش شدست / طرح ایں دار العلوم روح پرور استوار

سید السادات سید احمد والا نسب / دستگیر بیکساں و حق شناس روزگار

آیت رحمت براے قوم از آیات حق / در جہان درد ملت رحمت پروردگار

مرکز اشفاق و خلقت مصدر لطف و کرم / منبع احسان و رافت معدن علم و وقار

یاورش شد اندریں یعنی سمیع الله و نیز / حالی مرحوم و دیگر چند یار غمگسار

چوں وقار الملک و راجه جیکشن مهدی علی / هم چراغ الدین و زین العابدین نامدار

سید نیشاپوری یعنی محمد باحسن / بعد شاں آید بفرزندش خودش اندر شمار

هم نذیر احمد ازیں خیل ستارے شد فزوں / در جہان عقل و دانش علم و فن را اعتبار

بست چار از ماه پنجم بود درس هفتاد و پنج / بعد هژده صد ز رفع عیسی گردوں سوار

تا نهادش سنگ بنیاد آسمان عز و جاه / وائسراے مملکت لارڈ لٹن والا تبار

یازده طلاب و هفت استاد بودند اولا / کز وجود شاں هنود در سلک شد آشکار

خرج یک مه هفصد و پنجاه بودش آنزماں / کاں گذشت امروز در اندازه از چندیں هزار

بارک الله خوشترین ساعت که در وی طرح بست
بود حسن نیت سید رفیق حال او
تا دران می بینم ایدون طالبان علم را
فیض تعلیمش که باشد عام بهر مسلمان
از نواح مسقط و ایران و هم ارض بلوچ
بهره های خویش برند و برند از علم و فضل
طالبان علم کینیک فیض می یابند ازان
شش لک و هفتاد و بیست این نمانش زالوف
وسعتش در دامن خود بس تصور دلنشین
سیونیک بات اش طول و عرض خود در خطه هند
چنسلر نواب بیگم لارڈ ریکٹر و لیسرا
تلیست منتقش دخل آن بر ملکهای خویش صرف
خاصه از طرف حکومت خاصه از سوی نظام
دیگر از نواب والاشان شهر رامپور
هم بمیدارند از وام و درم چیزی دریغ
باز از اکناف عالم اکثر ارباب همم
بخشیارانیکه از تعلیم وی حظ یافتند
لیک زان جمعی که دارد در همه هندوستان
هست محفوظ علی سید حسن حسرت ظفر
عبدرحمان سید سجاد حیدر هم شعیب
فرد عصر خویش در اسپورٹ زانها گشته اند
حضرت نواب نام آور حمید الله خان
یارب این نیکو اساس علم و فن تا روز حشر
زنده دل جمعی که بخشندش نشاط زندگی
رحمت خود از کرم بفرست بر آن نازشان

این بنای فرخی آثار و اصل افتخار
اندرین مقصد مگر با نصرت پروردگار
خیل خیل و جوق جوق و صف بصف بسته قطار
محض بر هندی نژادان می ندارد انحصار
در سواد اعظم افریقه و افغان دیار
زیر تعلیمش بهیچ خاص جمعی بیشمار
میرسد اعداد شان تا پنج صد بر دو هزار
صرف یکسان تمام خود بفضل کردگار
میلها تا میلها وارد قطار اندر قطار
دارد اندر طول و عرض افتخار و اشتهار
والی محمود آباد است رکن با وقار
میرسد بل زهمه ملکش عنایتهای بیشمار
خاصه از بهوپال داور بیگم کیهان مدار
کو درین سلک عطا باشد بکف در شاهوار
غیر این فرمانروایان دیگر ارباب وقار
میفزایند از قدوم خود مدامش اعتبار
جمله شان را کی تواند کس که آرد در شمار
از و نور علم و فن با بی مثالی افتخار
آفتاب احمد ضیاء الدین و کچلو نامدار
مالک حیدر و دیگر آن فرید روزگار
شفقت و عبد السلام بھوندلے عالی تبار
در همیم این کواکب هست مهر زرنگار
باهمه دیار و دار خویش ماند برقرار
بهر خور ندار ز عمر و بخت خویشتن لیل و نهار
پیشها دارند بهرش از قدور رنج مزار

باشدش مسعود این پنجاہ سالہ جوبلی کامیابش دار از بہر لطف خود بالاختصار

بار مقرون اجابت این دعا یارا الٰہ ٭
از مشیر نظم پرور نائب تحصیلدار

دیگر

وہ عالی منزلت رکھتا ہے اپنے میہماں کالج
کہ جنکے فیض مقدم سے ہی رشک آسماں کالج

مبارک ہستیوں نے شان کالج کی بڑھا دی ہے
خوشی سے جامہ میں پھولا سماتا ہی کہاں کالج

گوارا کی سفر کی زحمت آئے ملکوں ملکوں سے
وہ ہمدرد اپنے رکھتا ہی وہ اپنی قدرداں کالج

نہیں پنجاہ سالہ جوبلی بنیاد کالج کی ٭
دکھاتا ہی یہ اپنی کامیابی کا سماں کالج

خدا اس سید احمد درد مند قوم کو بخشے ٭
دلائیگا دلوں کو یاد اُنکی جاوداں کالج

مسلماں اُنکے اس احسان کو بھولے نہ بھولینگے
ہے جبتک یہ علیگڈھ اور اسکے درمیاں کالج

دم اسکا بند رہتا ہے تو کیا جائے تعجب ہے
کہ قالب ہند ہی اور ہند کی روح رواں کالج

جہاں نکلے طالبان علم کا مجمع یہ کہتا ہے ٭
کہ ہی وسعت میں اپنی عرصۂ ملک جہاں کالج

سنا تھا حال غرناطہ کی علمی درسگاہوں کا
اگر تعبیر اُن خوابوں کی ہی کوئی تو ہاں کالج

چھپے کیا کوئی منظر دلیں آنکھوں نیں کبھی کیونکر
کہ رنگ اپنا جمائے ہی یہاں کالج وہاں کالج

جو پوچھو کیا وہ شے ہے جذب مقناطیس ہے جسمیں
تو مہمانان کالج کہدیں سو کہہ کہ ہاں کالج

دعا ہے یہ مشیر اپنی کہ روز افزوں ترقی سے
رہے قائم ہمیشہ لے خدا اے انس و جاں کالج

الٰہی ملک میں ہو جلسے نام اسلام کا روشن
کرے تیار ایسے ایسے قابل نوجواں کالج

بڑھے ہے توفیق و عمر و دولت اسکے سرپرستوں کی
رہے امداد سے اُنکی الٰہی دیرماں کالج

دعا تاریخ میں اب دل مخاطب ہے کہ کالج سی
تری بالا ہو شاں اے نامور قومی نشاں کالج

مذاق شاعری لطف سخن کا یہ تقاضا تھا
جو یونیورسٹی کی جا ہو اردو زباں کالج

۳۵ - ۶۹ ع

منظوم - از جناب محمد منظور احمد صاحب بی اے یوپی سنیئر وکیل عدالت دیوانی

قوم کو یارب مبارک ہو یہ جشن جوبلی
پھر کبھی آئے زمانہ پھر ہو قومی یارگی

پھر انھیں آنکھوں نے دیکھے قوم روزافزوں بہار
لطف باری سے رہی شاداب یونیورسٹی

تا قیامت دور دورہ اس جماعت کا رہے
روز افزوں ہو ترقی روز افزوں تازگی

آج آئے ہیں ضیاء الدین عالی وقار
جن کی ذات پاک سے قائم ہے قومی روشنی

آپ کے اوصاف اور الطاف ہیں سب پہ عیاں
آپ کے القاب سے واقف ہے ہر شیخ و صبی

آپ ہیں اک شمع روشن محفل امید کے
آج ہے قومی فلک پر آپ ہی کی روشنی

قابل تحسین ہے جشن جوبلی کا انتظام
راحت و آرام بیحد اور زحمت کی کمی

خیمہ و خرگاہ برپا تھے ہزاروں جابجا
نیز صرف میہمانان تھیں لاریاں سبھی

ہر جگہ خدام حاضر مہمانوں کے لیے
اور ہر در پہ ہر اک لحظہ سواری تھی کھڑی

اور ہوٹل مہمانوں کے لیے تھے جابجا
خورش مزہ خوش ذائقہ کھانوں کو کھاتے تھے سبھی

موسم سرما میں آب گرم کا تھا انتظام
آپ کے حسن لیاقت کی بڑی شہرت ہوئی

اے خدا سید سراج الدین منصف کے لیے
کر عطا مہر درخشاں سے زیادہ روشنی

انکے باعث جوبلی میں اپنی بھی شرکت ہوئی
اور دیکھا ایسا منظر جو نہ دیکھا تھا کبھی

یہ دعا منظور کی مقبول ہو رب جلیل
تا ابد قائم ضیاء الدین و یونیورسٹی

نائب - از جناب محمد عبد الستار صاحب ایم اے حیدرآبادی

علیگڈھ علم اور اخلاق اسلامی کا مخزن ہے
اخوت کا جو منبع ہے تو ہمدردی کا معدن ہے

سبق آموز ہے اس سرزمیں کا ایک اک ذرہ
شکایت کیوں ہو عاقل کو یہ دانا کا شیون ہے

صدا ایسی رہی ہے جوبلی آفاق میں ہر سو
علیگڈھ علم اور اخلاق اسلامی کا مخزن ہے

قفس سے تن کے چھوٹیگا تو رفعت سے مقام اسکا
ازل سے شاخ طوبیٰ طائر جاں کا نشیمن ہے

جگر کاوی ہماری باعث تفریح ہوتی ہے
خیال آج سماں پیدا نہیں ہے سیر گلشن ہے

کوئی پاتا ہے کعبے میں تجھے بتخانہ میں کوئی
کہیں طالب ترا زاہد کہیں جویا برہمن ہے
ترا دیر و حرم مسکن ترا خواہاں ہر اک بندہ
لقب اسکا کہیں راہب کہیں شیخ و برہمن ہے
عقیدتمند بنکر کیوں زیارت کو نہ سب آئیں
علیگڈھ میں فدائے قوم سرسید کا مدفن ہے

عبث ناشب کو یوسف کیطرح بدنام کرتے ہو
اگر وہ چاک دامن ہے تو سمجھو پاک دامن ہے

از حضرت ساغر نظامی سیمابی

آج ہم بھولی ہوئی اک داستاں کہنے کو ہیں
قصہ ماضی بصد حسن بیاں کہنے کو ہیں
جمع کرلیں ہم صفیران چمن اپنے حواس
حال نیرنگ بہار بوستاں کہنے کو ہیں
پھر حرم والوں کو دینا ہے پیام اتحاد
برہمن کے بتکدے میں پھر اذاں کہنے کو ہیں
احتیاطاً اہل دل اپنے کلیجے تھام لیں
دلشکن روداد برق آشیاں کہنے کو ہیں
فرصت یک لمحہ ہو یاران محفل التفات
مختصر تاریخ دور آسماں کہنے کو ہیں

خوں ہمی بارد شکست نالہ مجبور ما
می چکد لالہ ز ہر داغ دل رنجور ما

ہم وہ ہیں تھی دولت ہر دو جہاں جنکے لیے
سر جھکائے تھا زمیں پر آسماں جنکے لیے
ہم وہ ہیں ممتاز تھا جنکا زمانے میں وقار
عرش سے اترا تھا عیش جاوداں جنکے لیے
ہم وہ ہیں ہر بات جنکی قلزم الہام تھی
نطق کے موتی اگلتی تھی زباں جنکے لیے
ہم وہ ہیں جو رونق آرائش تنظیم تھے
مضطرب تھیں انجمن آرائیاں جنکے لیے
ہم وہ ہیں جو منتظر تھے منظر اقوام پر
منتظر تھی شوکت ہندوستاں جنکے لیے

ہم وہ ہیں ہیبت سے جنکی بزم آذر سرد تھی
سلطنت جنکے حریم عیش کی اک گرد تھی

ہمکو وہ سطوت ملی تھی فطرت اسلام سے
اہل عالم کانپ جاتے تھے ہمارے نام سے
ذہن میں تھی اک تجلی مکہ میں تھا اک عروج
دل ہمارا عرش تھا جبرئیل کے الہام سے
ہم نے پھر ترتیب دی ملت خلیل اللہ کی
نطق پیدا کردیا خاموشی اصنام سے
صبح کے انوار راتوں کو مہیا کردیے
خود پرستوں کو نکالا ظلمت اوہام سے

اسقدر گہری نظر ڈالی مآلِ زیست پر
بے خبر دنیا کو واقف کر دیا انجام سے

مستعد تھے لب ہلانے سے ہلانے کے لیے
ہم پیام امن تھے ساری خدائی کے لیے

۴

پہلے اول ہم نے دنیا میں کیا رایت بلند
آخر آخر ہو گئے سارے جہاں پر فتح مند
سرنگوں وہ سلطنت تھی جو نہ تھی زیر نگیں
سرنگوں تھا وہی خود ان کے در وا نہ تھے بند
جب اٹھے ہم اپنے مرکز سے بصد جاہ و جلال
قصر کسریٰ خود تڑپ کر آ پڑا زیر کمند
[illegible] آشیان تھی جاذب اوج عروج
تھی پہاڑوں کے سروں پر رفعت پای بلند
حاصل عزم ترقی کوئی دشواری نہ تھی
حوصلے پھیلے ہوئے تھے اور ہمت تھی دو چند

پھر قطرہ خون سے دریا بہا دیتے تھے ہم
ایک ذرہ کے لیے دنیا ہلا دیتے تھے ہم

۵

رفتہ رفتہ عیش و طرب کا سخت حملہ ہو گیا
منظر بیداری تقدیر دھندلا ہو گیا
دیدۂ بیدار پر غفلت کے بادل چھا گئے
مطلع خورشید رفعت ظلمت آرا ہو گیا
دشمنوں نے دوست بن کر لیا راز حیات
سخت دھوکا کھا گئے ہم سخت دھوکا ہو گیا
عقل کو کھو بیٹھے تھے علم سے بھی ہاتھ دھو لی
جسم قومیت کا گویا بے خبر سا ہو گیا
یوسفیت جسکے ہر ذرہ میں تھی وہ کاروان
یوسف بے کاروان کی طرح تنہا ہو گیا

آخر شب ساعتے بارا جی محفل رسید
کشتی ما غرق شد چون بر لب ساحل رسید

۶

اب وہی ہم ہیں کہ ہر قوم ہم سے سیکھتی جو
اب وہی ہم ہیں کہ ہیں لب تشنہ صد آبرو
ہو چکیں برہم وہ بزم دوش کی کیفیتیں
ہم ابھی تک ہیں اسیر گردش جام و سبو

نذر پستی کر چکے سامان ایوان نشاط — اور اب تک آسمان پر ہے دماغ آرزو
ہے نگاہوں میں وہی خواب شب عشرت ہنوز — گو پریشاں اب نہیں شانوں پہ زلف مشکبو
ہو چکا ہے حال ابتر ہے مگر باقی وہی — گردش جام و صراحی اور سیر آب جو

بے خودی نا واقف حال تباہی ہے ہنوز
بخت خفتہ کو دماغ پادشاہی ہے ہنوز

۷

قوم خفتہ اٹھ! خدا کے واسطے بیدار ہو — آ چکی ہے صبح منزل کے لیے تیار ہو
دینے آئی ہے نوید علم یونیورسٹی — چل علیگڑھ میں سرور علم سے سرشار ہو
علم وہ سورج ہے کر دیتا ہے معمور ضیا — کوئی کتنا ہی اسیر ظلمت ادبار ہو
علم میں محفوظ ہیں اب تک وہ آثار قدیم — علم سے لے لے اگر اوج سلطنت درکار ہو
علم کہتے ہیں جسے وجہ شفائے روح ہے — چارہ فرما علم ہو جسکا وہ کیوں بیمار ہو

علم پھر وہ عالم رفتہ دکھا دے گا تجھے
علم پھر سلطان صد کشور بنا دے گا تجھے

۸

یہ وہ یونیورسٹی ہے جس سے ہے احیائے قوم — باغبان گلشن ملت چمن پیرائے قوم
یہ وہ یونیورسٹی ہے جو ہے کعبہ علم کا — ہے بپا نصف صدی سے بہر استقلال قوم
درس اسلام و تمدن شرح تفسیر و حدیث — جتنے شعبے اسکے ہیں فی الجملہ ہیں اعضائے قوم
مرکزیت اسکو ایسی ہی اگر حاصل رہی — جمع ہو جائیں گے اکدن منتشر اجزائے قوم
ہے یہ مائل پستیوں کا رخ بدلنے کیطرف — اور تو اب تک ہے اس سے روکشیدہ اے قوم

قوت احساس عقیدت کی بڑھانا چاہیے
اپنے سجدوں سے اسے کعبہ بنانا چاہیے

سارہ سارے ماسبق ہین جو سبق اسنے دیے — ہین وہ سب درس مسرت ملک و ملت کیلیے
کر نہین سکتا کوئی ذی ہوش بھی انکا شمار — قوم کے بچون پہ اس نے کسقدر احسان کیے
ہوگیا آخر وہ ساقی چمنستان حیات — اسکے سرچشمے سے دو اک جام ہی جینے پیے
علم سے محروم مایوس ترقی و عروج — زندگی برحق مگر ایسے جیے تو کیا جیے
کیون نہین ہے مرکز قومی محیط کائنات — ہین محافظ علم یونیورسٹی کے زاد سے لیے

لازمی ہے جان نثاری علم و حکمت کے لیے
زندگی درکار ہے احیاے ملت کے لیے

۱۰

کاش پھر ہو محفل علم و عمل آراستہ — پھر جماے رنگ اپنا خاطر برخاستہ
پھر کرے اقبال کا خورشید رخشان رہبری — پھر ملے اس قوم کو منزل کا سیدھا راستہ
پھر نئی اک روح پھونکے زندگی کی احتیاط — پھر ہو صحت یاب قومیت کا جسم کاستہ
آبیاری خشک کھیتون کی ہو ابر علم سے — کلبۂ ویران بنے پھر گلبن آراستہ
کیون نہ اب قومیت اسلام ہو رفعت پسند — ذلتین کیون اور حاصل ہون خدا ناخواستہ

اے خوشا روزے کہ فکر عشرت فردا گئی
زندگی نو نیر احساس فنا پیدا گئی

۱۱

کہہ اٹھو ابر نیسان کی طرح دربار ہو — سطح عالم پہ چھانے کے لیے تیار رہو
ہستی فانی سے تو بیزار ہو جا دفعتہً — ہان نہ ایسا ہو کہ دنیا تجھ سے خود بیزار ہو
غاشیہ بردوش دنیا کو بنانا چاہیے — تجھ سے کس نے کہدیا ہے غاشیہ بردار ہو
خواب غفلت ساز نخوت التفات مال و زر — چند رہزن ہین یہ تیری راہ مین ہشیار رہو
پھونک دے ماحول کی اپنے غلط سامانیان — سوز دل سے آتش افگن مثل ہو بیقرار ہو

خاک کردے یہ جمود افروز سامان حیات

صاف کر دے خرمن کہنہ سے میدان حیات

۱۲

اے مسافر پاؤں اپنے جانب منزل بڑھا — حوصلے جو تنگ ہیں انکو بقدر دل بڑھا

تیرے امحدود جلوے کیوں ہیں محدود قوی — آئینہ زار عمل میں جوہر قابل بڑھا

مرکز موجود سے بڑھنے کی سعی و فکر کر — جان فانی میں مذاق ہستی کامل بڑھا

پھیل کر اجرام ثقیل اندوز ہوتے ہیں لطیف — ہے جو آسانی کا جویا وسعت مشکل بڑھا

دیکھ رنگ محفل عالم سے تغییر آشنا — اختر سحر ہو سکے تو سہے شمع سر محفل بڑھا

گوشہ گوشہ میں شعاع مہر بن کر پھیل جا
دھوپ سے پہلے ہر اک دشت و چمن پر پھیل جا

اجلاس دوم

غزلیات

مصرع طرح

یہی ذرے ترے اڑ لیجائینگے اکدن بیاباں کو

ابر - جناب احد علی صاحب قدوائی

سمجھتا ہوں متاعِ دردِ جاں غمہائے پنہاں کو
ہیں خود ہی دوست رکھتا ہوں ستم ہائے فراواں کو

نشاطِ عشق درد آگیں مگر سرمایۂ غم ہے
لہو روتے ہوئے دیکھا ہے ہنستے زخم خنداں کو

محبت میں نئی صورت عداوت کی ہوئی پیدا
غمِ دل دیکھ سکتا ہی نہیں ہے جسم میں جاں کو

نگاہِ ناز قاتل سے توقع رحم کی توبہ
حریفِ ناوکِ لذت ہونا ہی نہ تھا جاں کو

رضا جوئے مزاجِ دوست ہوں تو یہ گلہ کیسا
سمجھتا ہوں نشاطِ زندگی ہیں زخم خنداں کو

اخوت رشتۂ اسلام ہیں اک رازِ وحدت ہے
یہ شیرازہ بہم کرتا ہے اجزائے پریشاں کو

نہ چھیڑو تم مجھے للہ میرا منہ نہ کھلواؤ
بس اب لب پہ آنے ہی دو اپنے تبسم ہائے پنہاں کو

ارے او مرگِ حسرت خیز دے اک آہ کی فرصت
رہا تھا کوئی زنداں میں رہے تو یاد زنداں کو

ادھر ہے آتشِ غم ابر ادھر سیلابِ اشکوں کا
دلِ بریاں کو دیکھوں یا میں دیکھوں چشمِ گریاں کو

آثم - جناب ایوب احمد صاحب قادری - بی - اے - ایل - ایل - بی

(علیگڑھ)

نئی یہ دل لگی سوجھی ہے میرے زخمِ خنداں کو
تہِ دامن چھپا بیٹھا ہے صد ناسورِ گریاں کو

ابھی چھیڑے نہ وہ میرے جنونِ فتنہ ساماں کو
بیاباں دے ذرا وسعت ابھی تنگی داماں کو

ازل میں آ گئی تھیں جو پسند اوس حسنِ پنہاں کو
اوڑا لائیں وہی نیرنگیاں تصویرِ جاناں کو

مرے اشکِ ندامت نے مری شانِ گنہ رکھ لی
کہ اس نے دھو دیا محشر میں میری فردِ عصیاں کو

پڑی جب تیغِ یار اوچھی - مری جاں ہو گئی قرباں
بھلا یہ دیکھتی کس طرح اس روئے پشیماں کو

نہاں ہو ہی گئے جلوے ادائے پردہ داری میں
بناتے رازِ پنہاں آپ کیونکر حسنِ تاباں کو

ہوا او پر تو پروانہ فدا - تم نے یہ سوچا بھی
فنا کس پر ہوئی وہ - کیا ہوا شمعِ شبستاں کو

مرے دل کو نہ بت خانہ سمجھ اے زاہدِ خود بیں
چھپائے ہوئے ہیں اس میں جلوہ ہائے حسنِ پنہاں کو

نہیں کیا یاد اس کے فصلِ گل کی وحشت انگیزی
رفوگر سی رہا ہے کیوں مرے چاکِ گریباں کو

ہیں اے ناصح - ہوا آزادِ قید و بندِ ذی ہوشی
مجھے کہتا ہے تو مجنوں کہوں کیا تجھ سے ناداں کو

بس اتنے کے لئے سودائے سر بینے خریدا ہے
سنینگے حشر میں تو وہ مرے حالِ پریشان کو

نہ حسرت دل کی نکلی اپنی عمر بیوفا سے کچھ
قضا ہی گر نکالے تو نکالے اس کے ارمان کو

یہ اسکی آرزو ہے اسکا ارمان اس کی حسرت ہے
نہ کھینچ اسے ناوک افگن میرے دل سے اپنے پیکان کو

بھلا تم میرے ضبطِ چشم و دل کی داد کیا دوگے
یہ وہ ساغر ہیں جو روکے ہوئے ہیں بحر طوفان کو

عدوئے کور باطن کیا محاسن اس کے سمجھیگا
غزل آثم کی خوش آئیگی حسرت سے سخندان کو

حضرت اخضر صاحب

عجب دلچسپ گلدستہ بنایا ہے بیابان کو
لہو سے سینچتے ہیں آبلے خارِ مغیلان کو

خدا جانے ہوا کیا ہے ہمارے زخم خندان کو
اگر ہنس ہنس کر کیا کرتے ہیں شرمندہ نمکدان کو

لگا رہنے نہ دو دامن سے تم خون شہیدان کو
پکڑ لینگے یہی مظلوم محشر میں گریبان کو

شفق پھولی ہوئی ہے چارسو خونِ شہیدان کی
بنایا آسمان اس نے زمین کوئے جانان کو

محبت نام اسکا ہے محبت اسکو کہتے ہیں
کلیجے سے لگا رکھا ہے ہم نے نوک پیکان کو

کبھی میں ٹانکتا ہوں جیب کو خارِ مغیلان سے
رفو کرتا ہوں کانٹوں سے کبھی چاکِ گریبان کو

وہ اپنے مرنے والوں کی الگ بستی بساتے ہیں
بہت آباد کرتے رہتے ہیں شہر خموشان کو

کیا ہے داغہائے دل کو روشن دامن دل میں
بجھا سکتی نہیں آندھی چراغ زیر دامان کو

یکایک ہو گئی فرصت مجھے دنیا کے جھگڑوں سے
نہیں بھولونگا مرگِ ناگہاں تیرے احسان کو

ہمیشہ پھوٹ کر روتے ہیں اپنے پاؤں کے چھالے
یونہی سرسبز کرتے رہتے ہیں سارے بیابان کو

نگاہِ ناز قاتل کر دیا دقتِ ستم تو نے
خدنگ جانستان کا دلکو نشتر کا رگِ جان کو

خدا طاقت زیادہ دے ہمارے دست وحشت کو
کبھی یہ چین سے رہنے نہیں دیتا گریبان کو

زمین پر گرتے ہیں لختِ جگر آغوش مژگان سے
بھلا سمجھائیے کوئی کسطرح اطفال نادان کو

کہو احباب سے اب خاک ڈالیں میری میت پر
کفن کی جستجو رسوا کریگی جسم عریان کو

کیا کرتے ہیں شرمندہ سرشکِ خونچکان اخضر
کبھی یاقوت رمانی کبھی لعل بدخشان کو

اصغر - جناب اصغر حسین صاحب ہیتوروی

کوئی بھر بھر کے پھر دامن میں خاک کوئے جاناں کو
فراہم کر رہا ہے دیکھنا اجزائے پریشاں کو

وہ اسرار فنا کی گتھیاں کیا خاک سلجھائیں
نہ سمجھے زندگی کے جو اشارات نمایاں کو

نہ کر برباد دنیائے تصور اے غم ہستی
مری آنکھوں میں رہنے دے اسی خواب پریشاں کو

ہیں وہ اے شام غم دیوانۂ فرقت کہ قائل ہوں
گریبان سحر سمجھا ہلال عید قرباں کو

دل دیوانگان عشق کا پرتو ہے ہر ذرہ
نگاہ غور سے دیکھو اگر صحرائے امکاں کو

نظر کو کر دیا کیوں محو حسن ماسوا یارب
بنانا تھا اگر صورت پہ اپنی شکل انساں کو

برابر ہو رہی ہے بارش انوار گوناگوں
اٹھائے اب کوئی کیونکر حجاب چشم حیراں کو

سلامت لذت آزار اب پروا نہیں کوئی
تری اک کم نگاہی لاکھ نشتر ہیں رگ جاں کو

کہاں اس منزل ہستی میں دم لینے کی بھی فرصت
نفس ہے تازیانہ توسن عمر گریزاں کو

ہماری کم نگاہی وجہ تکلیفات ہے ورنہ
لیے ہے گود میں ہر شام غم اک صبح خنداں کو

وصال و ہجر تک محدود ہے وسعت خیالوں کی
جسے دیکھو لیے بیٹھا ہے اپنے ساتھ زنداں کو

یہاں تک خاطر وحشت مجھے منظور ہے اصغر
خود اپنے خانۂ دل میں اٹھا لایا بیاباں کو

افسر - محمد بشیر الدین اورنگ آبادی تلمیذ نواب فصیح الملک بہادر داغ دہلوی مرحوم

نکلنے دینگے ہم ہرگز نہ دل سے تیرے پیکاں کو
بھرے گھر سے نکالا ہے کسی نے اپنے مہماں کو

جو دیکھے چشم عبرت سے ذرا گور غریباں کو
نظر آجائیگا انجام خود ہر ایک انساں کو

ہماری خاک کو گردش میں رکھا بعد مرنے کے
ہمیں سے ہے پرانی دشمنی گردون گرداں کو

تمہاری تیغ ابرو کا ہوا ہے تیغ پر دھوکا
لگایا ہے گلے سے ہم نے ہر شمشیر عریاں کو

جو سوکھا زخم کوئی کی وہیں سینے نمک پاشی
لیے پھرتا ہے قاتل ہاتھ میں اپنے نمکداں کو

ترے مجنوں نے فرط ضعف میں کی خوب ہشیاری
گرایا آنسوؤں نے پیس سے دیوار زنداں کو

نزع میں بیٹھے بیٹھے درد کا رہ رہ گئے اے قاتل
نکال آہستہ آہستہ ہمارے دل سے پیکاں کو

بہل جاتا ہے دل داغ جگر سے داغ سینہ سے
کلیجے سے لگا رکھا ہے ہمنے اس گلستان کو

گیا ہے نقد دل ہاتھوں سے لیکن ہاتھ میں انکے
گوارا کر لیا ہے ہمنے اس سودے میں نقصان کو

دل مجروح کی اس سے ذرا تسکین ہوتی ہے
ہوا دیتے ہیں وہ دامن سے اپنے زخم خندان کو

جگر دیتے ہیں ہم ہر وقت اپنے خانۂ دل میں
تمہاری تیغ ابرو کو تمہارے تیر مژگان کو

نگاہیں شعلۂ بار ان کی تبسم برق پاش انکا
جلاکر خاک کر دینگے ہمارے خرمن جان کو

تحمل کی نہیں طاقت یہ اب حد سے باہر ہیں
سنبھالوں مضطرب دل کو کہ روکوں چشم گریان کو

تصور ہے بت کافر کا دل میں کہتے ہیں ناصح
جگہ کعبہ میں کیوں دی ہے عدوئے دین و ایمان کو

منقش ہے ہمارے دل پہ نقش انکے کرنے کا
نقط تسکین وہ کچھ جانتے ہیں عہد و پیمان کو

مسیحا نے دوائے خواب آور دیکے بہلایا
جو دیکھا چین آتا ہی نہیں بیمار ہجران کو

بجا ہے ہند کو یہ فخر ہیں اہل کمال اس میں
سنا کرتے تھے افسر اب تو دیکھا ہے سخندان کو

بسمل۔ جناب ممتاز صاحب عظیم آبادی

کچھ ایسی خون رونے کی ہے عادت چشم گریان کو
کہ اب گلچیں کا دامن جانتا ہوں اپنے دامان کو

اڑا کر دھجیاں وحشت لیے جاتی ہے دامن کی
نہ بیدا انتظار شوق وہ خار بیابان کو

چلی گردن پہ جب شمشیر گردوں پر شفق پھولی
فلک نے لے لیا آغوش میں خون شہیدان کو

تری چشم فلط انداز اور اسکی کشش اللہ
نشانہ خود ہوا دل دیکھکر انداز پیکان کو

اسیر دام الفت ہوں مگر مجنون فطرت ہوں
قفس کی تیلیوں سے جھانک لیتا ہوں بیابان کو

ہو یارب ان سے برہم بزم سوز و ساز ہستی کی
اکٹھا کر رہا ہوں کچھ خیالات پریشان کو

کہو آوارگان عشق سے لیں جگہ میری
کیے جاتا ہوں خالی آج میں آغوش زندان کو

نہ پوچھو حال بسمل میرے دل کی بے نیازی کا
بنا ہے بے سر و سامان لٹا کر سارے سامان کو

بیخود۔ جناب مولوی اشفاق حسین بی۔ اے (علیگڈھ)

کہاں تک روکتا کوئی جنون فتنہ سامان کو
گریبان تو گریبان لے اڑا تار رگ جان کو

شب غم کی وہ الجھن بھی قیامت ہو اسے توبہ
خدا یہ دن نہ دکھلائے تری زلف پریشاں کو

مصیبت ہی سے گر منظور میری آزمائش ہے
بدل کر دیکھتے ہو کیوں مری مشکل سے آساں کو

دکھاؤں میں تمھیں آ دل پہ آ رزو اپنا
گلہ نسبے پہ سمجھتے ہو خاک روداد گلستاں کو

خودی کا راز پایا ہم نے محو بیخودی ہو کر
حقیقت کھل گئی اپنی جو دیکھا روئے جاناں کو

ہمیں لطف رہائی ہو گیا حاصل اسیری میں
جہاں سر پھوڑ کر دیکھا در و دیوار زنداں کو

نکلجا ہوں کوسوں دور دنیائے تخیل سے
کوئی سمجھے گا بیخود کیا مرے جذبات پنہاں کو

بیخودی - جناب محمد مجید اللہ خان صاحب بیرسٹر ایٹ لا

اب آگے دیکھئے جوش جنوں کیا گل کھلاتا ہے
بہار آتے ہی ہمنے چاک کر ڈالا گریباں کو

عذاب ایزدی روز قیامت دیکھئے کیا ہو
اگر اشک ندامت نے نہ دھویا گرد عصیاں کو

دل و جان بیخودی کیونکر بچے جائے تعجب ہے
کیا جب آہ سوزاں نے مثال موم سنداں کو

تاج - جناب سید فضل کریم صاحب الہ آبادی

سمجھتے تھے جو بے رنگت کبھی خون شہیداں کو
وہی رہ رہ کے اب کیوں دیکھتے ہیں اپنے داماں کو

ذرا دیکھے تو کوئی غمزدوں کے ساز و ساماں کو
کہ ہر داغ جگر شرما رہا ہے ماہ تاباں کو

دعا دوں کیوں نہ اپنے دیدۂ خوننابہ افشاں کو
بنایا رشک صد گلزار جسنے میرے داماں کو

نہ کر برباد ظالم دل کے اجزائے پریشاں کو
یہی ذرے اڑا لیجائینگے اک دن بیاباں کو

خداوندا یہ کیا سوجھی ترے کم عقل انساں کو
کہ بیداری سمجھتا ہے وہ اک خواب پریشاں کو

بہار بیخزاں ہو جسکے آپ اک پھول پر قرباں
جگہ دوں اپنے دلمیں کیوں نہیں ایسے گلستاں کو

یہ لطف زندگی ہے چارہ گر تو اسکو کیا جانے
ارے ظالم کلیجے سے نہ میرے کھینچ پیکاں کو

خدا ترسی محبت حسن اخلاق اور ہمدردی
یہی باتیں وہ ہیں انساں بناتی ہیں جو انساں کو

چھڑانے سے کہیں صیاد الفت گھر کی چھٹتی ہے
دعا دیتے ہیں ہم کنج قفس میں بھی گلستاں کو

نگاہ واپسیں سے کسنے دیکھا تھا خدا جانے
کہ اب تک اک جنبش ہے در و دیوار زنداں کو

کھلے ہیں کیسے کیسے قوم کے گلہائے رنگا رنگ
خدا سرسبز رکھے تا قیامت اس گلستان کو

نہ کیوں ہو سربلندی تاج دنیا میں تمھیں حاصل
کہ تم وہ چیز ہو سلطان بناتی ہو جو سلطان کو

تبسم - جناب نظامی صاحب سیمابی (علیگڈھ)

سنائے مختلف نغمے ہلاکت کے بیابان کو
مری وحشت نے چھیڑا خار سے سازِ رگِ جان کو

ذرا ڈھونڈے اگر زحمت نہو گرد بیابان کو
کہیں کانٹوں میں الجھا چھوڑ آیا ہوں گریبان کو

ضرورت تھی نہ ایسی عالمِ فانی کی انسان کو
خرابِ عالمِ صورت کیا اک نقش حیران کو

تری تصویر آتی ہے نظر اوراقِ گلشن میں
ترے گیسو سمجھتا ہوں بہارِ سنبلستان کو

مذاقِ عشق اور جینے کی حسرت کیا تمسخر ہے
کہ جینا تھا تو دل کیوں دیدیا اس دشمنِ جان کو

ٹھکانے ڈھونڈتا پھرتا ہوں اپنی نامرادی کے
ضرورت کسقدر وحشی بنا دیتی ہے انسان کو

وفا آئینِ خودداری میں مشکل ہے تو بیخود بن
کسی اک رنگ پہ مجبور کر فکرِ پریشان کو

وہ یوسف قید ہے جو ذمہ دارِ حفظِ عصمت تھا
ذرا تو شرم آنی چاہیے دیوارِ زندان کو

نظر آتی ہے تصویرِ سحر دہند سے کناروں پر
الٰہی اور وسعت دے سوادِ شامِ ہجران کو

مناسب ہے کہ تم وحشت نگار آنکھوں کو سمجھا لو
ابھی میں روک بھی سکتا ہوں آشوبِ گریبان کو

تبسم لوگ ہنستے ہیں مری چاکِ گریبان پر
کوئی کچھ بھی نہیں کہتا جبینِ فتنہ سامان کو

حیرت - جناب قاضی عبدالواسع صاحب (گوالیاری)

کئے لیتے ہو ثابت حشر میں خونِ شہیدان کو
خدا کے سامنے دیکھو نہ تم رہ رہ کے دامان کو

جنوں میں بھی کیا رسوا نہ اوس غارتگرِ جان کو
چھپا کر رکھ لیا دامن میں ہر تارِ گریبان کو

قفس میں بلبلِ ناشاد کے آنسو نکل آئے
چمن کی سمت گرتے دیکھ کر برقِ درخشان کو

ترا وحشی جہان جاتا ہے پھر دل یاد کرتا ہے
گلستان میں بیابان کو بیابان میں گلستان کو

حقیقت ذکر اپنے حسن کی معلوم ہو جائے
بنا لیں آئینہ حیرت وہ میری چشمِ حیران کو

داؤد۔ جناب داؤد احمد صاحب (علیگڑھ)

تصور نے دکھایا یاس میں جب روئے ارمان کو
بنایا غیرتِ صبحِ وطن شامِ غریبان کو

جدا کیسے کروں اے ناوک افگن دل سے پیکان کو
یہ مجھ سے ہو نہیں سکتا نکالوں گھر سے مہمان کو

طلوعِ صبح کا دھوکا ہوا گھبرا کے اٹھ بیٹھا
جو دیکھا خواب میں اس نے مرے چاکِ گریبان کو

بہار آئی ہوا پھر جامۂ گل پیرہن اپنا
کیا دستِ جنوں نے پرزے پرزے جیب و دامان کو

حقیقت کو سمجھنا سہل سمجھا ہر کس و ناکس
اسی نے کر دیا وقفِ کشاکش کفر و ایمان کو

تمہارے قیدیوں کو ناز ہے آزادیِ دل پر
لئے بیٹھے رہو اپنے در و دیوارِ زندان کو

ہماری بے نوائی ہم نوائے شانِ کسریٰ ہے
عروجِ آسمان حاصل ہو سر سید کے ایوان کو

وہ مقتل سے تو اے داؤد ہیں ہنستے ہوئے جاتے
نہیں دیکھا ہے دامن میں ابھی خونِ شہیدان کو

ساغر۔ جناب نظامی صاحب سہابی (علیگڑھ)

فرشتے جمع کر لیں میرے اجزائے پریشان کو
کہ پھر ترتیب دینا ہے حیاتِ دورِ انسان کو

شرارے آہ آمادہ ہیں ان کو کھینچ لانے پر
ستارے سے قید کرنے جا رہے ہیں ماہِ تابان کو

مری وحشت ہوئی اب اندازۂ احساس سے باہر
کہ میں اک آن میں بند کرتا ہوں بیابان کو

بہت برباد ہوں بیداریِ جذباتِ رنگین سے
الٰہی تیرہ قسمت کی عطا کر چشمِ گریان کو

مجھے ہے اعتراف اپنی شکستِ طبعِ موزوں کا
کہ میں دیکھا کیا تیرے خرامِ شعر سامان کو

ارے او فتنۂ رفتار و نغمہ گر او بربطِ ناطق
نگاہِ مست سے جنبش نہ دے تارِ رگِ جان کو

زمیں سے آسمان تک محفلِ ارواح قائم ہے
حقارت سے نہ دیکھو رقصِ ذراتِ پریشان کو

کھجوروں کے درختوں پر پھر آئی چاندنی ساغر
پھر الہامِ صفی نے کر دیا روشن بیابان کو

جناب حضرت سیماب اکبرآبادی

چھپا رکھا ہے یوں دل نے دیارِ حسنِ جانان کو
محبت جس طرح محفوظ کر لیتی ہے ایمان کو

نہ اپنی گل بدامانی پہ نازش ہو گلستاں کو
سمجھتا ہوں جہانِ رنگ و بو ہر برگ بستاں کو
تبسم چھیڑتا کیوں ہے دل ناکام ہجراں کو
مذاقِ بیخودی میں ماسوا اک وہم باطل ہے
تلاشِ یار میں راہ طلب کا ترک بدعت ہے
ندامت ہوگی اسدرجہ متروکات میں داخل
اگر مدِ نظر تسکین ہے ذوقِ تجسس کی
چراغِ داغِ عصیاں کی جگہ تجویز کرنی ہے
تلاشِ فلسفہ اخراج آدم کو غلط کردے
بہت تکلیف دی شبنم کو اے انجامِ شب تونے
الٰہی دور تک دنیا کو کیوں پھیلادیا تو نے
بغیر قصد نغمے درد کے تا صبح سنتا ہوں
مزاج رنگ و بو پار لطافت سے چمکتا ہے

ساداتِ ازل نے سبز رکھا ہے بیاباں کو
ابھی سمجھا کہاں ہے تو مرے آئینِ عرفاں کو
قیامت ہے ذرا سی ٹھیس جذباتِ پریشاں کو
خودی نے خود نمایاں کردیا ہے ذاتِ انساں کو
یہی اک راستہ جاتا ہے سیدھا کوئے جاناں کو
جنوں بھی اس زمانے میں نہیں چھوتا گریباں کو
کسی مرکز پہ لا اپنے خیالاتِ پریشاں کو
کہاں تک پھیلنا ہے رحمتِ بالیدہ داماں کو
مٹانا چاہتا ہوں اپنے افسانے کے عنواں کو
مہیا کیوں نہ تارے کردئے پھولوں کے داماں کو
مری آنکھوں میں رکھ دینا تھا اس خوابِ پریشاں کو
کوئی پچھلے پہر سے چھیڑ دیتا ہے رگِ جاں کو
کوئی آغوش میں لے لے زمیں گل بداماں کو

سکوں پرور ہوا اے سیماب ساحلِ عمر فانی کا
پہونچتے ہی یہاں اک نیند آجاتی ہے انساں کو

جناب حضرت شوکت صاحب متعلم علیگڑھ یونیورسٹی

یہ کی تقسیم یوں ٹھہرادیا ہر ایک مہماں کو
ہمارے ہاتھ کو لپکا ہے دامن چاک کرنے کا
خطر ہے دستِ وحشت سے گریباں ہاں مگر میرا
ابھی دامن دل سے مرے داغِ گنہ دھو دے

جگہ دی ولیکن حسرت کو جگر میں تیر و پیکاں کو
حفاظت سے ذرا رکھیے قیامت اپنے داماں کو
کہیں یہ چاک کر ڈالے نہ انکے جیب و داماں کو
تصدق اپنی رحمت کا مٹادے جرم و عصیاں کو

شکایت کرتے پھرتے ہو جو شوکت اسکے ظلم کی
دیا تھا سوچکر کیا تمنے دل اس آفتِ جاں کو

ضیا - حضرت مولانا ضیا قادری بدایونی

رسائی ذات واجب تک کہاں تھی نوع انساں کو
بنایا تم نے بزم عرش منزل بزم امکاں کو

دکھانا تھا ازل میں طلعت سلطان خوباں کو
یہ قدرت نے خود الٹا نقاب روئے تاباں کو

ہوئی نسبت تو کچھ ہے کسی کے لطف پنہاں کو
غنیمت حشر میں ہم جانتے ہیں اپنے عصیاں کو

تصور دل میں آیا خیال روئے جاناں کو
فرشتے لیکے اترے عرش سے کعبہ میں قرآں کو

حسین بدر کے محفل میں آتے ہی سویرا تھا
لیا شمع سحر نے زیر دامن ماہ کنعاں کو

سراپا ہوں میں فانوس خیال کثرت و وحدت
جہاں میں دیکھتا ہوں خود کو خود میں نور یزداں کو

کھچا ہے دائرہ پیش نظر یہ کس کے ابرو کا
ہے سیر حلقۂ قوسین حاصل چشم حیراں کو

بجائے تکمہ عکس ناخن پائے مبارک ہے
سمجھتا ہوں ہلال عید میں اپنے گریباں کو

دل تاریک اپنا اور خیال مصحف عارض
ملا کیا خوب جزدان غلاف کعبہ قرآں کو

تجلی رخ انور نے آنکھوں کو کیا روشن
بنایا شاخ نخل طور ہر اک موئے مژگاں کو

مرے پائے نظر کو یہ جنون رہ نوردی ہے
حرم کی راہ سمجھے کوچۂ چاک گریباں کو

شفاعت کی سند روز جزا ہوگی صلہ اس کا
کہیں اشک ندامت دھو نہ دینا فرد عصیاں کو

عجب جوش ولا ہے ہر قدم پر دشت بطحا میں
لگا لیتے ہیں دل سے آبلے خار بیاباں کو

ہے بارش جلوہ ہائے گنبد خضرا کی سبزہ پر
حیات خضر پانی دے رہی ہے باغ رضواں کو

ہوا یوں خیر مقدم رہ نورد دشت طیبہ کا
بگولے شوق میں سر پر اٹھا لائے بیاباں کو

ہے زلف صاحب واللیل کو یہ برہمی مجھ سے
کیا شرمندۂ تعبیر کیوں خواب پریشاں کو

وہ گل بوٹے وہ روضہ کا چمن جب یاد آتا ہے
یہی جی چاہتا ہے دل میں رکھ لوں اس گلستاں کو

ضیا نعت نبی کا چاہتا ہے یہ صلہ یارب
نوید مغفرت دے تیری رحمت منقبت خواں کو

ضامن - از حضرت ضامن

تزلزل ہے زمیں کو اور جنبش عرش یزداں کو
کہ قاتل کھینچتا ہے سینۂ بسمل سے پیکاں کو

گل رخسار کے سودائی نے نقش کف پا سے
بنایا تختۂ گلزار داماں بیاباں کو

جنوں خیزی یہ تیرے حسن نے کی آسماں بھی
نہ ثابت رکھ سکا دو دن ہلال اپنے گریباں کو

نقاب رخ سے ظاہر انکے رخساروں کا جلوہ ہے
گلوں کے رنگ نے توڑا ہے دیوار گلستاں کو

کشش دل کی اور انکا زور بازو کھل ہی جائیگا
نکالیں تو وہ آکر سینۂ بسمل سے پیکاں کو

ترقی کی حسینوں نے بھی وضع عاشقانہ سے
سئے ہیں پھول غنچے پھاڑ کر اپنے گریباں کو

جو ہر دم تفرقہ انکو نہیں رہنا نا مناسب تھا
گلے ملوا دیا دست جنوں نے جیب و داماں کو

گریباں گیر ہے کوئی نہ دامنگیر ہے کوئی
رہیگا کیا خوف محشر میں کسیکی تیغ عریاں کو

گریزاں جسم سے ہو روح آخر کیوں نہ پیری میں
خزاں آتے ہی بلبل چھوڑ دیتی ہے گلستاں کو

اثر اپنا دکھایا نالۂ شبگیر بلبل نے
سحر ہوتے ہی گل نے چاک کر ڈالا گریباں کو

ہوا دل مطمئن پاکر جگہ اس گل کی زلفوں میں
پریشاں سے ملا آرام ضامن اس پریشاں کو

بچے تعقیب سے اور حشو سے کیونکر کوئی ضامن
ردیفوں میں جو غزلوں کی یونہی رکھیں سخنداں کو

طالب - جناب مولوی سید طالب حسین صاحب قرولی جیوتانہ

بہت گہری نظر سے میں نے دیکھا جسم کو جانکو
کہ وہ کیا چیز ہے جس سے شرف ہے نوع انسانکو

صدائے اختلاف قومی دہلی چلا آیا
مگر سب متفق ہیں ہے شرف انسان ذیشانکو

مگر اس جستجو کی دھن میں در در پھر کے میں آیا
بجشن جوبلی دیکھا علیگڈھ کے دبستانکو

مجھے اس جشن کی ہنگامہ آرائی سے کیا مطلب
نہ ذوق سیر کا بھوکا جو دیکھوں ساز و سامانکو

اسی گہری نظر سے میں نے دیکھا اہل جلسہ کو
لباس و گفتگو طرز نشست و صورت و شانکو

ثنا ہمدردی و اصلاح قومی کا ہے یہ جلسہ
یہی ہے وہ غرض لائی جو ان حضرات ذیشانکو

یہاں ہیں مصلحان قوم و ہمدردان بنی آدم
الہی دے ثبات و صدق بر لا انکے ارمان کو

سنوارے قوم کے باغ حیات و اس کی کلیاں
معطر کر دو تم کھل کے مشام اہل دوران کو

ہوائے خلق نیک و آب افعال مطہر سے
بنو ایسی کہ گلدستہ بنو تم طاق احسان کو

سراپا حسن اخلاق و عمل سے ہو اگر مزروں
تو پھر جو سوٹ ہو دکھلائیگا زیبائی کی شانکو

اگر ایسا نہو رسوائی دنیا و عقبیٰ سے
یہی تہذیب و فیشن ہوگی باعث عار و خسرانکو

مجھے اب قوم کی خدمت مین بھی کچھ عرض کرنا ہی
یہ گنج بے در و دربان ہی بھر لو جیب و دامانکو

تمھارا ہی زر و نقرہ ہے اس ٹکسال مین اگر
قبول عام کا سکہ بنا صراف دوران کو

رہی ہمت تمھاری تم نے یہ بیڑا اٹھایا ہے
تمھارے دست و بازو مین ہی نازش آفرین خوانکو

تعصب برطرف ہر قوم و ملت کو صلا دیدو
کہ یہ خوان کرم ہر ذائقہ رکھتا ہی مہمانکو

سخن نقد ملامت اور خموشی مایۂ رحمت
معافی کا ہون طالب حق ہی کیا ناخواندہ مہمانکو

بڑی مہمان نوازی ہو اٹھا کر ہاتھ اگر کہدو
الٰہی ساتھ لیکر جائے یہ دنیا سے ایمانکو

برائے نام طالب ہی بنا دے طالب صادق
حریم دلمین پہونچا دے دکھا دے شاہد جانکو

محو جناب قاضی نعمان جلالی صاحب مرادآبادی متعلم انٹرمیڈیٹ کالج علیگڈھ

بحمد اللہ کہ فیض فطرت غالب شد ازراہم
کہ پیش شگفتن میشد ہر باغ بداما نم

بجان شوقے زحد بیرون بدل ذوق فراوانم
کنون خاموش بنشینم کہ باللہ سخت نادانم

دہم از دست این راہ کجوج بازے بوکم
بمیر کار روانم قصہ یار بسیر سے گویم

ہمارے کلبۂ احزان مین علم و فضل مہمان تھا
ہمارا گلشن حکمت کبھی صد رشک یونان تھا

اسی اجڑی ہوئی بستی مین تربیتا کا سامان تھا
خزانہ ذوق علمی کا ہمارے دلمین پنہان تھا

ہمارے خواب کی کیا خوب تدبیرین نکل آئین
سنورنے کی ہمارے لاکھ تدبیرین نکل آئین

علیگڈھ ہی جواہر پارے تربیت کا معدن ہے
علیگڈھ فن و دانش کا عجب شاداب گلشن ہے

علیگڈھ میری تہذیب حجازیہ کا مسکن ہے
علیگڈھ علم اور اخلاق اسلامی کا مخزن ہے

علیگڈھ ہی پہ افضال خداوندی کا سایہ ہے
علیگڈھ ہی مین علم اور خلق اسلامی کا احیا ہے

نوٹ! چونکہ یہ نظم … مین حاصل ہوئی ہے لہذا بسلسلۂ نظمیات شائع نہو سکی؟

ہوا سرسبز یہ گلشن ز فیض رحمت باری
اسی سے رعب ملی دشمنوں پر ہو گیا طاری
اسی سے چشمہائے علم ہر سو ہو گئے جاری
اسی کی قوتوں سے اپنے دشمن ہو گئے عاری

خدا سرسبز رکھے نو امیدوں کے گلشن کو
خدا آباد رکھے اس تمناؤں کے خرمن کو

اخوت اور محبت کا ہماری پاسبان ہے یہ
ہمارے اقتدار ماضیہ کی داستان ہے یہ
ہمارے جوش ملی کا حقیقی ترجمہ ہے یہ
ہمارے سطوت و جبروت کا زندہ نشان ہے یہ

ہماری خشک کھیتی سبز ہوگی ابر رحمت سے
دُر مقصود پائیں گے اسی دریائے حکمت سے

ظفرؔ۔ جناب محمد ابو ظفر صاحب متعلم انٹرمیڈیٹ کالج علیگڈھ

بھلا یہ تازگی حاصل کہاں گلہائے بستان کو
مرا دست جنوں ہنگامہ آرائی قیامت ہے
وبال دوش ہوا اک تار بھی اب جوش وحشت میں
کیا شرمندہ احسان نواز شہائے پیکان نے
ہیں اپنی وحشتوں کو ساتھ لیکر جس گھڑی نکلا
کسی صورت سے ان دونوں کا جھگڑا ہی نہیں چکتا
دل بیتاب میں ہنگامہ برپا ہے قیامت کا

ہی سینچا ایک خنجر نے مرے ہر زخم خندان کو
میسر ہیں غضب کی وسعتیں چاک گریبانکو
الٰہی کیا کروں گا رکھ کے داماں و گریبان کو
مرا ناخن ہی کافی تھا علاج زخم پنہان کو
کیا دست خزاں نے چاک داماں گلستان کو
الٰہی عقل آ جائے مرے دست و گریبان کو
کوئی دیکھے تو بزم آرائی غمہائے پنہان کو

نشیمن ہی نہیں باقی تو پھر کس شے کا رونا ہے
اُجڑ جائے ظفرؔ یا آگ لگ جائے گلستان کو

عالیؔ۔ جناب مولانا کفیل الدین صاحب بدایونی

حقیقت آشنا وہ ہے جو سمجھا اپنے عرفانکو
بڑھا کر دار فانی سے دکان گوہر جان کو
یہی تعلیم اک انسان بنا دیتی ہے انسان کو
چلے ہیں بے سر و سامان اڑا کے ساز و سامانکو

قیامت سے بھی کچھ پہلے زمیں سر پر اٹھائی ہے / مرے نالوں نے ٹھرایا ہے بزم عشرتستاں کو

تلاش خار میں تھک تھک گئے پائے جنوں میرے / بیاباں تجکو رد دوں یا جنون فتنہ ساماں کو

یہ الجھن ہے کہ اک گونہ تعلق ہو گیا پیدا / تری زلف پریشاں سے مرے حال پریشاں کو

ادھڑ جاتے ہیں زخم دل کے ٹانکے سانس لینے سے / تم اسکو رشتۂ الفت سے اک بخیہ گرداں کو

پتہ چلتا ہے اس سے خفتگان قوم کا عاصی
خدا آباد رکھے حشر تک گور غریباں کو

عارف جناب ممنون حسین خانصاحب (علیگ) شاہجہانپوری

یہانتک ہم نے ٹکرایا سر شوریدہ ساماں کو / گلستاں کیطرح رنگیں کیا دیوار زنداں کو

ابھی ہے دور منزل اور مانع ناتوانی ہے / کہاں تک میں سنبھالونگا الٰہی پائے لرزاں کو

جسے سمجھے تھے دل اک آبلہ تھا اپنے سینہ میں / دعائیں روز و شب دیتے رہینگے انکے پیکاں کو

بحسرت آج کستی ہیں نگاہیں مرنے والے کی / کوئی تسکین دیدیتا ذرا دم بھر کے مہماں کو

لرز اٹھے شہیدان محبت کنج مرقد میں / الٰہی آرہا ہے کون یہ گور غریباں کو

ابھی دم بھر کا مہماں ہے ابھی ہے جان آنکھوں میں / جو تمکو دیکھنا ہو دیکھ لو بیمار ہجراں کو

وہ شب ہی کو جلی ہم روز و شب جلتے رہے عارف
تعلق کیا بھلا ہم بیکسوں سے شمع سوزاں کو

فنا جناب عابد سعید خانصاحب بدایونی

بنایا مجرم دیدار میری چشم حیراں کو / یہ شوخی اب نئی سوجھی فریب حسن جاناں کو

غضب میں جان ہی کیا کیا کروں میں جوش وحشت میں / اڑاؤں دھجیاں دامن کی یا پھاڑوں گریباں کو

ملا سرچشمۂ تعلیم جنکو تھے وہ سرسید / سکندر نے بہت ڈھونڈا تو ڈھونڈا آب حیواں کو

غرور اس چند روزہ زندگی پر نامناسب ہے
فنا آخر کسی دن تو فنا ہونا ہے انساں کو

فضل جناب خانبہادر سید محمد فضل رب صاحب ڈپٹی کلکٹر (پنشنر) اسپشل مجسٹریٹ

اسسٹنٹ کلکٹر درجہ اول الہ آباد

بہار زندگی یارب مبارک ہر مسلماں کو — علیگڈھ آکے دیکھا جوبلی کے ساز و ساماں کو
وہ سامان طرب انگیز و بزم آرائی دلکش — کیا ہے جمع اک مرکز پہ جسنے اہل ایماں کو
وہ ساماں جو مسلمانوں کو ہے سرمایۂ نازش — کیا ہے جسنے مدعو والیان ملک ذیشاں کو
جدھر دیکھو ادھر اک آفتاب علم ہے روشن — خجل کرتی ہے جسکی روشنی ماہ درخشاں کو
ہزاروں شیر قالیں فرش دنیا پہ نظر آئے — مگر دیکھا علیگڈھ میں فقط شیر نیستاں کو
یہیں وہ شیر سوتا ہے نہیں محمود و محسن بھی — بنایا تھا جنھوں نے رشک گلشن اس بیاباں کو
انھیں کے آفتاب علم کی ہے روشنی ہر سو — ضیائے دین وہ سرمایۂ حسن تاباں کو
کھلے ہیں پھول یہ جتنے ثمر ہے انکی نیت کا — ریاضت سے سنوارا تھا جنھوں نے اس گلستاں کو
خزاں آئی ہزاروں بار اجڑے بوستاں لاکھوں — مگر گرد فنا چھونے نہ پائی اس کے داماں کو
ہزاروں شمع ملت کے فدائی جمع ہیں اسدم — یہ پروانے مبارک پرتو شمع شبستاں کو
مسلمانو تمھارے امتحاں کا آج یہ دن ہے — اگر بھولے نہیں ہو محسنوں کے اپنے احساں کو
کرو بنیاد یونیورسٹی کی خوب مستحکم — رکھو سرسبز و شاداب اپنے اس علمی گلستاں کو
لٹا دو مال و دولت راہ میں قومی ترقی کی — کہ اپنی قوم کی امداد لازم ہے ہر انساں کو
خداوندا مبارک ہو یہ جشن جوبلی سب کو — ہنود و پارسی کو اور نصاریٰ کو مسلماں کو
ٹرسٹیز اور کالج کو مبارک جشن جمشیدی — مسلمانوں کی یونیورسٹی کو اور سلطاں کو
یہ یونیورسٹی ہو فضل رب سے رشک غرناطہ — اور اسپر رشک آئے کیمبرج کو انگلستاں کو

مطلع ثانی

ہم آئینہ کی صورت دیکھتے ہیں بزم جاناں کو — بنا رکھی ہے ٹکٹکی حیرت سے اپنی چشم حیراں کو
نہ کیوں دیکھا کریں ہم مصحف رخسار جاناں کو — مسلماں رکھتے ہیں پیش نظر تفسیر قرآں کو
عجب کیا ہے جو ہر ذرہ چمک کر مہر تاباں ہو — غلامی سے ملی تھی بادشاہی ماہ کنعاں کو

فلک کے دور میں برباد ہے مٹی عشریوں کی — امیرو اک نظر تو دیکھ لو گورِ غریباں کو
الہ آباد ہائیکورٹ میں وہ دیکھ دے جا کر — کسی نے گر نہ دیکھا ہو کبھی تختِ سلیماں کو

بفضلِ رب پھلا پھولا رہے اسلام کا گلشن
خزاں کا کوئی جھونکا چھو نہ جائے اس گلستاں کو

فرحت جناب مرزا قطب عالم صاحب دہلوی

کیا آراستہ تعلیم سے قوم مسلماں کو — بھلا سکتے نہیں ہم لوگ سرسید کے احساں کو
کبھی سودا یہ تھا چھوڑیں نہ ہم صحنِ گلستاں کو — تقاضا ہے یہ وحشت کا کہ چلیے اب بیاباں کو
کلیجے سے لگا کر ہم نے رکھا جس کے پیکاں کو — ہمیں سے دشمنی الٹی ہوئی اس دشمنِ جاں کو
بہارِ بے خزاں کے پھول اس گلشن میں کھلتے ہیں — خدا شاداب رکھے اس دبستاں کے گلستاں کو
نہ جلنے سے کبھی فرصت نہ رونے سے کبھی مہلت — ہمارے قلبِ سوزاں کو ہماری چشمِ گریاں کو
بڑے ہمدرد ہیں میرے جو یہ ہنس ہنس کے کہتے ہیں — یہ نالے فاش کر دینگے تمہارے رازِ پنہاں کو
نہ وہ مستی نہ وہ شوخی نہ وہ گھاتیں نہ وہ باتیں — بھلا نرگس سے کیا تشبیہ دوں اس چشمِ فتاں کو
خدا سمجھے تمہیں اے نالۂ پر درد چشمِ تر — کہ ظاہر کر دیا تم نے ہمارے دردِ پنہاں کو

ڈروں کیا حشر سے فرحت مجھے امید واثق ہے
بہا لیجائینگے اشکِ ندامت فردِ عصیاں کو

کوثر جناب محمد الطاف حسین صاحب انٹر کالج

یہ آخر ہو گیا کیا عاشقانِ مست و حیراں کو — کہ فرطِ شوق میں منزل سمجھ بیٹھے بیاباں کو
مری خوں نابہ افشانی نے رونق دی ہے زنداں کو — کہ فریادی نہ رونے یاد کر کے پھر گلستاں کو
اُن آنکھوں کا تبسم اُن لبوں کی نغمہ سامانی — لیا کچھ غنچہ و گل نے ملی کچھ مرغِ بستاں کو
نشیمن کے خس و خاشاک تک باقی نہیں جس میں — الٰہی کیا کرے بیکر کوئی ایسے گلستاں کو
دکھا کر اک جھلک سامانِ راحت جس نے لوٹا تھا — نگاہیں ڈھونڈھتی ہیں پھر اسی غارتگرِ جاں کو

مقدر میں جو لکھا تھا وہ آخر ہو گیا کوثر
نہ رو بیٹھیں وہ دیکھ کر اب وہ مرے حالِ پریشاں کو

کفیل حضرت کفیل صاحب

اگر الجھن ہی ہونا تھی تو ہوتی شامِ ہجراں کو
سحر نے کس جنوں میں چاک کر ڈالا گریباں کو

مری وحشت جو کھلاتی ہے تمسے کیوں نہیں کہتے
چھپا رکھا ہے کیوں تم نے مرے حالِ پریشاں کو

کسی کے وعدۂ دیدار ۔ بازو تھام ہے اسکا
کہ یہ پہلا سفر درپیش ہے بیمارِ ہجراں کو

صبا تعجیل سے بڑھتی ہے جنبیں تعجیل رو کر
انھیں پھولوں سے بھرنا ہے ہمیں دامانِ ایماں کو

جھلک بھی دیکھ پاتی وہ جو حسنِ یوسفی تکتی
زلیخا کشمکش میں ڈالتی یوسف کے داماں کو

ہیں جو کیے یہی آخر پیامِ وصل ہو جاتا
بڑھے نا وقت ردکا اضطرابِ درد ہجراں کو

چھپانا تھا تو کیا کم تھے ہمارے آنکھ کے پردے
نثارِ دل کی غیرت جا در اُٹھا دی حسنِ پنہاں کو

کفیل اب شرمِ عصیاں کو کبھی چھوڑ دیں بھی اک غم ہے
اسے بھی سونپ دو محشر میں اپنی چشمِ گریاں کو

گوہر ۔ (امیر الشعرا) جناب محمد منور خان صاحب رکن خاندان ہز ہائینس نواب والاجاہ فرمانروائے کرناٹک مدراس

جگہ دینگے اگر وہ اپنے دل میں میرے ارماں کو
نہ بھولونگا کبھی میں اے مقدر تیرے احساں کو

کیا ہے عشق نے زنار سے وابستہ صنعاں کو
کبھی بھیجا ہے یوسف سے حسیں کو اسنے زنداں کو

تماشا ہے گھر میں دیکھا آج نقشہ غیر کے گھر کا
کبھی دیکھا نہ تھا میں نے گلستاں میں بیاباں کو

کہ کاٹے پاؤں وحشت نے کسی روز انکی فرقت میں
کیا کس دن نہ صد چاک اپنے ہاتھوں سے گریباں کو

حکومت پائی یوسف نے کڑی کبھی قید کی جھیلی
خوشی بھی مصر نے بخشی کیا ناخوش بھی کنعاں کو

ستارہ میرا چمکے ہاں نصیبا میرا جاگ اُٹھے
گھڑی بھر کے لیے گر نیند آئے تیرے درباں کو

یہ دل بھرتا ہے دم ہر وقت مرہم ہیں قاتل کا
نہیں سنتا کسی کی کیا کہوں میں ایسے ناداں کو

کسی کی یاد دل میں آ ہی آتی ہے کہا مجھ سے
کبھی اے میزباں جانے نہ دے اس گھر سے مہماں کو

امید و کامیابی کا گزر ہو میرے مسکن میں
پتا ملجائے گر دشمن کے گھر کا پاس و حرماں کو

رہے پھر کیوں نہ مجھ وحشی کو سودا تیرے گیسو کا
پریشاں سے ہوا کرتی ہے اک نسبت پریشاں کو

خیال اُسکا مرے دل سے نہ نکلا ہے نہ نکلیگا
کلیجہ سے لگا رکھا ہے میں نے جزو ایماں کو

مجھے روتا جو دیکھا ہنس کے وہ یوں ناز سے بولا
خوشی کا سامنا اب ہوگا گوہر کے دل و جاں کو

مانیؔ - جناب سید کلن احمد صاحب جائسی

نہ فرماتے اگر مجھ سے در لطف الطاف پنہاں کو
تو میں نعمت سمجھتا آپ کے جور نمایاں کو

یہی تو اک سہارا ہے مرا صبح قیامت تک
مری بالیں پہ جلنے دو چراغ شام ہجراں کو

کہیں تو کون مانیگا کہ استغنائے الفت نے
ہمارے سامنے ٹھکرا دیا ملک سلیماں کو

تمیز فقر و دولت اک جنون ہوشیاری ہے
ملا دیتی ہے ہشیاری جنوں کی جیب و داماں کو

نہیں حب وطن الفت نگاہ اولیں تیری
تو میں بھی رد نہ کر دوں دعوت تجدید ایماں کو

مسلم حجرۂ زنداں کی آرائش مگر مانیؔ
ہٹا دے نقشۂ آزادی دشت و بیاباں کو

مائلؔ - جناب حاجی محمد اسحاق صاحب آنریری مجسٹریٹ برلہ ضلع علیگڈھ

بجا ہے سجدۂ شکرانہ اُس محبوب سبحاں کو
یہ جشن جوبلی ہو بس مبارک ہر مسلماں کو

بنا ہے ایم۔ اے۔ او کالج یہ اب پنجاہ سالہ ہے
ہوئی جسکے سبب لکو مسرت تازگی جاں کو

علیگڈھ منتخب ہو کر یہ کالج مشتہر ہوا تھا گو
نہ کیوں کر فخر ہو اس ضلع کے ہر اک مسلماں کو

کبھی تھا ایم۔ اے۔ او کالج ہوئی یونیورسٹی اب
چڑھائیگی یہ معراج ترقی پر مسلماں کو

بنا ڈالی تھی سید نے اسکی نیک ساعت میں
دکھایا کیا کیا پھر کر کے اس کار نمایاں کو

جو سید کی پیشنگوئی تھی ہو کر رہی وہ ہی
بھرا پھر ہر کسی نے گوہر مقصد سے داماں کو

اُسی کی ذات سے بیشک جا ہیں فخر کے قابل
اُسی ہستی پہ کب ہے ناز کیا ہر اک مسلماں کو

وہی وحشت دل وہیں ہے وہی ہے تذکرہ اب تک — اسی اسم گرامی کا سبق ہے اہل دوراں کو
دلائی سب کو کیا اکیا کس طرح تعلیم کی رغبت — بنایا اُس نے فخر قوم ہر طفل دبستاں کو
بجا کر علم کا ڈنکا جگایا خواب غفلت سے — کیا آگاہ فرض منصبی سے ہر مسلماں کو
ترقی اسکی دیکھی اور آگے دیکھ بھی لوگے — کرو ایثار دل قربان کر دو جسم کو جاں کو
نکل جائیگا موقع ہاتھ سے ہوگی پشیمانی — ادھر آؤ بھر دو آکر اسکے جیب و داماں کو
رہے سرگرم خدمت قوم بھی جلا اراکین بھی — کھپا دو مال و دولت کو فدا کر دو دل و جاں کو
مرے ہر رگ کے ٹکڑے سے یہ صدا آتی ہے پہلے مائل — کبھی باد خزاں چھونے نہ پائے اس گلستاں کو

مطلع ثانی

عجب انداز سے شانوں پہ ڈالا زلف پیچاں کو — ہوا دھوکا پری کا دیکھکر اُس آفت جاں کو
مجھے اس طرح میری بے کلی وحشت بیاباں کو — کبھی ٹکڑے کیا دامن کبھی پھاڑا گریباں کو
کوئی سمجھائے تو دیوانۂ زلف پریشاں کو — اُٹھایا کس لیے شور سلاسل سے زنداں کو
ابھی مٹ جائیگا سب یہ جنون عشق کا جھگڑا — ذرا اک نشتر مژگاں سے چھیڑو تو رگ جاں کو
مری یہ ناتوانی مجکو اب مجبور کرتی ہے — اُڑا لے چل ہوائے شوق تو ہی کوئے جاناں کو
کسی دن بھی نصیب ہوتی نہیں جمعیت خاطر — فراہم کر سکوں پھر کیا خیالات پریشاں کو
مزا دیتی ہے کیا کیا یہ خلش ہوتی ہے رہ رہ کر — مرے دل سے نکالو تم نہ ہر گز اپنے پیکاں کو
بدلتی ہے مرے چہرے کی رنگت ہجر میں کیا کیا — تم آکر دیکھ لو خود ہی مری بیتابیٔ جاں کو
کہاں جلتے ہو دل لیکر ادھر آؤ کہا مانو — بڑا کرتا ہے آخر واسطہ انساں سے انساں کو

عجب ہے واقعہ پر درد اے مائل نہ رحم آیا
ڈبویا بھائیوں نے چاہ میں اُس ماہ کنعاں کو

شعر حضرت محشر لکھنوی

کبھی کچھ نذر دونگا میں جنون فتنہ ساماں کو — اسی دن کیلیے محفوظ رکھا ہے گریباں کو
یہی دھن ہے اگر جوش جنوں خاک اڑائیگی — اُڑا دونگا کسی دن میں بیاباں کے بیاباں کو

دوا اے چارہ گر سوہان روح اسکو نہ کیونکر ہو
کہ جو رد جانبیت سمجھا ہو ضبط درد پنہاں کو

مرا خواب پریشاں کیا ہے اک تعبیر بربادی
کہ جب سے آنکھ جھپکی خواب میں دیکھا بیاباں کو

چلا ہوں بے تکلف جلوہ گاہ ناز جاناں میں
کلیم اللہ ذرا دیکھیں مرے کار نمایاں کو

کف پا کی خلش سے بڑھ رہا ہے ذوق دعا ہی
سمجھتا ہوں رگ جاں سے سوا خار بیاباں کو

نکلکر دل سے آنسو جوش غم میں آنکھ تک پہونچے
یہ وہ ساحل ہے جو روکے ہوئے ہے زور طوفاں کو

جمال دوست کی دلمیں نہاں ہیں کتنی تصویریں
خدا آباد رکھے حشر تک اس بوستاں کو

علیگڑھ جوبلی میں افسوس ہے شرکت نہ جا سکا
ضرورت کسقدر مجبور کر دیتی ہے انساں کو

محمود ۔ جناب محمود احسن صاحب صدیقی بی۔ اے (علیگ)

بڑھاؤ گے کسی دردآشنا کے جوش طوفاں کو
نوید وصل دیکھو آزما لو چشم گریاں کو

ہے اس سے نسبت آگے تمہاری نوک مژگاں کی
نہ کیوں میں پیار سے پہلو میں رکھ لوں نوک پیکاں کو

حیات تازہ مجھکو بخشتی ہے ہر خلش اس کی
نہ کھینچ اے چارہ گر سینہ سے میرے تیر جاناں کو

نہ چھیڑ اے باغباں مجھکو کہ محروم نشیمن ہوں
مری اک آہ سوزاں پھونک ڈالیگی گلستاں کو

الٰہی کیسی بستی ہے خدایا کیسی دنیا ہے
کہیں خون تمنا ہے کہیں رونا ہے ارماں کو

ذرا سی آہ کیڑے نے دیا درس عمل مجھکو
خرد شیدائی دی میں پیار کرکے شمع سوزاں کو

مجھے فرصت کہاں ہے اس کشاکش ہائے پیہم سے
چمن میں تو بھی ہمدم دیکھ لے گلہائے خنداں کو

شب فرقت میں حاصل ہے مجھے سامان بیداری
دعا ہے طول ہو کچھ اور شبہائے ہجراں کو

نگاہ حسن جویاں کی کوئی دیکھے یہ بدذوقی
سمجھ رکھا ہے اک پردہ نقاب روئے جاناں کو

شفق ۔ جناب محمد سرفراز خانصاحب ریٹائرڈ انسپکٹر بٹوارہ کمشنری لکھنؤ

چھپاؤ ذرا کیا ناشناس راز الفت درد پنہاں کو
میں سمجھا ہوں لکھو کا تصور نہ کرو کون اشکباراں کو

کوئی حد ضبط غم کی ہو کہاں تک ضبط ہو دل کو
بھڑک جاتا ہے دل و دل کی لگی سے آہ سوزاں کو

کہا مانو لپٹ جائیں نہ نازک گورے ہاتھوں میں
یہ کالے ناگ ہیں چھیڑو نہ تم زلفِ پریشاں کو

ہزاروں قسمیں کھا کھا وعدے کرنا پھر مکر جانا
تمہیں کہدو کہیں ہم کیا تمہارے عہد و پیماں کو

مسلمانوں پہ لازم شکر ہے حمدِ پاک یزداں کو
کیا ہے جسنے پیدا سید احمد سے مسلماں کو

بکھرتا دیکھکر شیرازۂ اسلام احمد نے
علیگڈھ میں کیا ہے جمع اوراقِ پریشاں کو

فقط یہ فیض ذاتِ سید احمد کا تصرف ہے
جو کچھ تم دیکھتے ہو آج ذی رتبہ مسلماں کو

محقق سید احمد ایک ولی اللہ کامل تھا
تصدق قوم پر جس نے کیا ہے مال کو جاں کو

مظہر جناب اعتصام الدین صاحب انصاری عربک کالج دہلی

ذرا صحنِ چمن میں جذبۂ کامل سے آ بلبل
کہ پھونکا ہے گلوں کی آہ نے رنگِ گلستاں کو

مسرت چاہتے گر مظہرا تو بس بادِ صبا بن جا
اُلجھنے دے نہ داماں سے کبھی خارِ بیاباں کو

اخوت کا نشاں باقی نہیں معدوم ہے الفت
خودی نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوعِ انساں کو

کسی کو عشقِ لیلےٰ ہے کوئی دیوانۂ شیریں
کوئی معراجِ حسن عشق سمجھا ہے بیاباں کو

بگولا کل یہ کہتا تھا سوار بادِ صرصر سے
یہی ذرے اُڑا لیجائینگے اکدن بیاباں کو

محیطِ سوزِ دل میں پھر عیاں ہو جوشِ طغیانی
شرر انگیزیاں حاصل ہوں برقِ آہ سوزاں کو

سکھاؤ مسلمو اپنے ہر اک ذرہ کو طغیانی
یہی ذرے اُڑا لیجائینگے اک دن بیاباں کو

مظفر جناب محمد مظفر حسین صاحب سلیمانی شاہ آبادی

یہ سرسید کا کالج دلکشا پر فیض گلشن ہے
کہ جسکے دیکھنے سے آنکھ ہر مسلم کی روشن ہے

ہوا صد شکر اب پنجاہ سالہ جشن جوبلی کا
خوشی کا اسلیے ہر سمت بجتا آج ارگن ہے

کہیں سوسائٹی کل ہند میں اس سے نہیں اچھی
یہ بیشک مغربی تعلیم کا ہم درس لندن ہے

نمایاں کیوں نہ ہر شے سے اسکے شان قومی ہو
خدا رکھے یہی اسلام کا مشہور مسکن ہے

ہوئی شہرت یہ ہندستان کے ہر اک صوبہ میں
علیگڈھ علم اور اخلاق اسلامی کا مخزن ہے

رہیگا بے ہنر بیشک نہایت خوار دنیا میں — کمائیگا وہی دولت کہ جو تعلیم و فن سے ہے

لکھے اشعار تو نے چند جو اصلاح قومی میں
مظفر یہ غزل تیری ہی یا دلسوز شیون ہے

مطلع ثانی

کیا قائم ہے سرسید نے اس قومی دبستاں کو — خدا گلزار رکھے حشر تک علمی گلستاں کو

خدا کے فضل سے اس سے شعاعیں علم کی پھیلیں — کہ روشن کر دیا کالج نے ہند و روم و ایراں کو

خدائے پاک سرسید کو بخشے فضل و رحمت سے — کیا مرہون منت جس نے اپنے ہر مسلماں کو

تمھیں سے نوجوانو قوم کی قائم ہیں امیدیں — ترقی پھر کرو علم و عمل میں پڑھ کے قرآں کو

رہے تاریک کب تک خانہ دلسوز فرقت سے — کبھی روشن کرو جلوے سے آ کر اس شبستاں کو

ہوئے جاتے ہیں مضطر اب تو ہم اس درد ہجراں سے — خدا کیواسطے دکھلا دو آ کر روئے تاباں کو

مظفر شعر ہی اچھا نہ کہا جب کوئی تو نے
پسند آئیگی کیونکر یہ غزل قابل سخنداں کو

نائب جناب عبدالستار صاحب ایم اے حیدرآبادی (علیگ)

نہ ہو کیوں فکر خود سازی مری ہستی نازاں کو — پر پرواز جلیس دم بلا ہے طائر جاں کو

ہوئی رونق اکابر سے علیگڈھ جوبلی کو یوں — سنوارا جسطرح تاروں نے بزم ماہ تاباں کو

اسیکا جلوہ آتا ہے نظر مجکو سراسر [illegible] میں — میں حیراں ہوں کہ دیکھوں کس نظر سے کفر و ایماں کو

سکندر تو نہیں ہو ہیچ پایا [illegible] — کہ میری تشنگی کی فکر خود ہے آب حیواں کو

وہ دل سینے میں رکھتا ہوں کہ داغ ہجراں سے — سمجھتا ہوں بیاباں کے برابر میں گلستاں کو

نہ دیکھو ذرہ ہائے حقیقت کو حقارت سے — یہی ذرے اڑا لیجائینگے اک دن بیاباں کو

حقیقت سے ہے ماہر ہے طریقت اس پہ ظاہر
بجز نائب سمجھا کب کسی نے راز عرفاں کو

از مولانا مولوی نور الحسن صاحب مدظلہ نیر مولف نور اللغات خلف مولانا محسن کاکوروی صدر آل انڈیا اردو کانفرنس دھلی

عالم خلوت میں مجھکو اتفاقاً ایک شب
رب سے موقع مل گیا اک شکوۂ دلگیر کا

دست بستہ عرض کی مین نے کہ ای بندہ نواز
تیری رحمت نے بڑھایا حوصلہ تقریر کا

غور سے کرتا ہون مین جو اگلی لوگون پر نظر
ساتھ انکے اور ہی کچھ ڈھنگ تھا تقدیر کا

اُن مین بھی ایسے تھے جو تھے تیری منکر صاف صاف
ہم مین بھی ایسے ہین جنکو تکیہ ہے تدبیر کا

انکی آہین عرش کے نیچے کبھی رکتی نہ تھین
اپنی آہین پست ہین پلہ نہین اک تیر کا

ہوتے تھے اپنے ارادون مین وہ اکثر کامیاب
ہمکو تو کھٹکا لگا ہے کچھ نہ کچھ تقصیر کا

تیری رحمت عام ہے اور تو سراپا رحم ہے
تجھ سے کچھ کھٹکا نہین تبدیل کا تغییر کا

توبہ توبہ تو خفا ہو جائے یہ ممکن نہین
پھر یہ کیون انداز بدلا عالم تقدیر کا

ہنس کے فرمایا کہ ای ناواقفِ اسرارِ غیب
نکتہ چینی تو شیوہ ہے جوان و پیر کا

ہم اشارے مین تجھے سمجھائے دیتے ہین ابھی
گرچہ یہ مضمون نہین محتاج ہے تفسیر کا

قوم مین باقی اخوت ہے نہ کچھ لطف و کرم
چہرون مین ہے رنگ مرجھائی ہوئی تصویر کا

دلمین کچھ ہے اور زبان سے کچھ کہا کرتے ہین
پھر گلہ رہتا ہے ہر دم خوبی تقدیر کا

ناخدا ہے کشتی اسلام کا خُلقِ عظیم
اور کج خلقی ہے شیوہ ہر جوان و پیر کا

لب پہ ہے سبحان ربی دلمین انی ربکم
اس عبادت پر ہے تکیہ ہر جوان و پیر کا

دہریے سب کو خدا مانین یہ اپنے نفس کو
دام یہ پھیلا ہوا ہے زور کا تزویر کا

دل کے آئینہ سے پارہ اڑ گیا اخلاق کا
روح رخصت ہو گئی خاکا رہا تصویر کا

اپنے اپنے نفس کو ہر اک بنائے ہے خدا
اور خدا [illegible] ہے مجموعہ تقصیر کا

سچ بتا دیکھے ہین تو نے کتنے ایسے نیکخو
جنکو ہو اقرار دل سے اپنی ہی تقصیر کا

جو پرستش میری کرتے ہون خلوص دل کے ساتھ
مدعا سمجھے ہون جو تدبیر کا تقصیر کا

ہو زبان انکی مطابق دل کے دل ہو آئینہ
آئینہ وہ جس مین جلوہ ہو مری تصویر کا

ہم نہین بدلے نہ بدلا ہے ہمارا انتظام
فرق ہے تیری سمجھ کا پھیر ہے تعبیر کا

خود نمونہ بنکے دنیا کو دکھا اے خودپسند
گر ارادہ ہے کسی اصلاح کی تدبیر کا

خود پرستی چھوڑ دے کر حق پرستی اختیار
راز کھل جائیگا تجھکو عالم تقدیر کا

جناب نشتر عبدالحمید صاحب نشتر خلف جناب فقیر محمد صاحب از عدن ملک عرب شاگرد جناب جمیل صاحب

تمنا ہے یہ مدت سے ہمارے جیب و داماں کو
بنائیں ہم بھی مجنوں کیطرح مسکن بیاباں کو

کبھی افسردہ دل ہو ہو کے رہجاتے ہیں قسمت پر
کبھی اشکوں سے تر کرتے ہیں اپنے جیب و داماں کو

علیگڈھ علم اور اخلاق اسلامی کا مخزن ہے
ذریعہ ہے یہی تعلیم کا طفل مسلماں کو

ہیں وہ عالی ہوں میری مغفرت ہوگی جو تحسین
مری تردامنی پر رشک ہوگا حور غلماں کو

تیرے فضل و کرم سے گلشن اسلام ہو تازہ
الٰہی دور کر دے اس خزاں کو دور دوراں کو

سر سودا رہا جوش جنوں ایسا اگر نشتر
یہی ذرے اڑاتے جائیں گے ایکدن بیاباں کو

شوکت۔ حضرت شوکت متعلم علیگڈھ یونیورسٹی

یہ کی تقسیم یوں ٹھہرا دیا ہر ایک مہماں کو
جگہ دی دلمیں حسرت کو جگر میں تیر مژگاں کو

ہمارے ہاتھ کو لپکا ہے دامن چاک کرنیکا
حفاظت سے ذرا رکھیے قیامت اپنے داماں کو

خطر ہے دست وحشت سے گریباں چاک کر میرا
کہیں یہ چاک کر ڈالے نہ نکلے جیب و داماں کو

الٰہی دامن لے مرے داغ گنہ دھو دے
تصدق اپنی رحمت کا مٹا دے جرم و عصیاں کو

شکایت کرتے پھرتے ہو جو شوکت اسکے ظلموں کی
دیا تھا سوچکر کیا تم نے دل اس آفت جاں کو

غلط نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸	۱۵	جذبہ	جندرمہ
۹	۱	اپرال	ایران
۹	۱	یونال	یونان
۹	۱	ہندوستال	ہندوستان
۹	۲	افلاطول	افلاطون
۹	۲	ال	اُن
۹	۶	....	تھا سلسلہ تو از ہرو غزنیں میرا الگ کتب خانہ
۹	۱۸	کھو دیا سب کام آخر	ہے گزرگیا تاریکستان و روم و شام و قیروان
۱۰	۱۲	مسلمانوں	مسلمان
۱۲	۱۳	ہے	ہو
۱۳	۵	اختلافی	اختلافات
۱۳	۵	مطابقے	مثالیں
۱۳	۶	تفنیس	تفتیش
۳۴	۱۰	والوے	ڈیاوی
۳۷	۱۰	سیونگ	سوئٹنگ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۳	۱	ہیتوہروی	ہینپوروی
۵۱	۱۰	انٹرپڈیٹ	انٹرمیڈیٹ
۵۱	۱۵	احزان	احزاں
۵۱	۱۵	مہمان	مہماں
۵۱	۱۵	یونان	یوناں
۵۱	۱۶	سامان	ساماں
۵۱	۱۶	دلمین	دلمیں
۵۱	۱۶	پنہان	پنہاں
۵۱	۱۷	خوآب	خواب
۵۲	۲	دشمون	دشمنوں
۵۲	۵	پاسیان	پاسباں
۵۲	۵	ترجمہ	ترجمان
۵۲	۶	داستان	داستاں
۵۲	۶	نشان	نشاں